بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

جلد 70

شمارہ 3

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

شرح چندہ سالانہ 700 روپے

بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

7؍جمادی الثانی 1442 ہجری قمری • 21؍صلح 1400 ہجری شمسی • 21؍جنوری 2021ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَتُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ عَلَیۡکُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا (النساء:145)

ترجمہ: اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ پکڑا کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنے خلاف کھلی کھلی حجت دے دو۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15؍جنوری 2021 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

اللہ! اللہ!! کس قدر فضیلت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ایک بینظیر انقلاب اور عظیم الشان تبدیلی واقع ہوگئی

حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کو میزان اعتدال پر قائم کر دیا اور مُردار خوار اور مُردہ قوم کو ایک اعلیٰ درجہ کی زندہ اور پاکیزہ قوم بنا دیا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

’’سنسکرت وغیرہ زبانیں تو قریب مردہ ہوگئی ہیں۔ نہ ان میں تصنیفات ہیں نہ کچھ اور۔ ایسا ہی عیسائیوں کا حال ہے کہ ان کی انجیل کو اصلی زبان کی طرف توجہ ہی نہیں رہی...... مجھے حیرت ہوتی ہے کہ پھر اسلام سے کیوں پرخاش رکھی جاتی ہے۔ اسلام کا خدا کوئی مصنوعی خدا نہیں، بلکہ وہی قادر خدا ہے جو ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور پھر رسالت کی طرف دیکھو کہ اصل غرض رسالت کی کیا ہوتی ہے؟

اوّل یہ کہ رسول ضرورت کے وقت پر آئے اور پھر اس ضرورت کو بوجہ احسن پورا کرے۔ سو یہ فخر بھی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ عرب اور دنیا کی حالت جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بالکل وحشی لوگ تھے۔ کھانے پینے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ نہ حقوق العباد سے آشنا، نہ حقوق اللہ سے آگاہ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایک طرف ان کا نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ (محمد:13) پھر رسول پاک کی تعلیم نے ایسا اثر کیا یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:65) کی حالت ہوگئی۔ یعنی اپنے ربّ کی یاد میں راتیں سجدے اور قیام میں گزار دیتے تھے۔ اللہ! اللہ!! کس قدر فضیلت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے ایک بینظیر انقلاب اور عظیم الشان تبدیلی واقع ہوگئی۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کو میزان اعتدال پر قائم کر دیا اور مردار خوار اور مردہ قوم کو ایک اعلیٰ درجہ کی زندہ اور پاکیزہ قوم بنا دیا۔ دو ہی خوبیاں ہوتی ہیں۔ علمی یا عملی۔ عملی حالت کا تو یہ حال ہے کہ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:65) اور علمی کا یہ حال ہے کہ اس قدر کثرت سے تصنیفات کا سلسلہ اور توسیع زبان کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

دوسری طرف جب عیسائیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے حیران ہی ہونا پڑتا ہے کہ حواریوں نے عیسائی ہوکر کیا ترقی کی۔ یہودہ اسکریوطی جو یسوع کا خزانچی تھا کبھی کبھی تغلب بھی کر لیا کرتا تھا اور تیس روپے لے کر استاد کو پکڑوانا تو اس کا ظاہر ہی ہے۔ یسوع کی تھیلی میں دو ہزار روپیہ رہا کرتے تھے۔ ایک طرف تو ان کا یہ حال ہے۔ بالمقابل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال کہ بوقت وفات پوچھا کہ کیا گھر میں کچھ ہے؟ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایک دینار ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اسے تقسیم کر دو۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کا رسول خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرے اور گھر میں ایک دینار چھوڑ جاوے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 249-250، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

حق یہ ہے کہ فردی اور قومی ترقی عمل خیر سے نہیں ہوتی بلکہ عمل صالح سے ہوتی ہے

مسلمانوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اور جس وقت اسلام کو سخت جہادِ عقلی کی ضرورت تھی اس وقت ان کے مذہبی آدمی مصلّے بچھا کر اور تسبیحیں پکڑ کر گھروں میں بیٹھے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نمازیں اور روزے اسلام اور مسلمانوں کو ہلاکت سے نہ بچا سکے

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورہ یونس آیت نمبر 5 لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں جو عمل صالح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں فردی اور قومی ترقی کا ایک بہت بڑا نکتہ ہے۔ لوگ اسکا ترجمہ نیک عمل کرتے ہیں مگر اسکے معنی نیک عمل کے نہیں ہیں بلکہ نیک اور مناسب حال عمل کے ہیں۔ یعنی عمل نیک بھی ہو اور ہو بھی موقع کے مطابق۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ جہاد کیلئے جا رہا ہو اور روزے رکھنے لگے۔ روزے ایک نیک عمل ہیں مگر جہاد کو جاتے وقت مناسب حال عمل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد کے موقع پر فرمایا کہ آج بے روزہ روزے داروں سے بڑھ گئے کیونکہ روزہ دار بوجہ روزہ کی تکلیف کے کیمپ کا انتظام نہ کر سکے اور بے روزوں نے فوراً کیمپ کو تیار کر لیا اور حق یہ ہے کہ فردی اور قومی ترقی ہر عمل خیر سے نہیں ہوتی بلکہ عمل صالح سے ہوتی ہے۔ مسلمانوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اور جس وقت اسلام کو سخت جہادِ عقلی کی ضرورت تھی اس وقت ان کے مذہبی آدمی مصلے بچھا کر اور تسبیحیں پکڑ کر گھروں میں بیٹھے رہے اور ان اعمال سے غافل رہے جو کہ قومی ترقی کیلئے ضروری تھے۔ ان کا کام تھا کہ مسلمانوں میں عملی قوت پیدا کرنے کی کوشش کرتے اور ان کے اخلاق کو درست کرتے اور علوم جدیدہ کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے اور ان میں اتحادِ عمل پیدا کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی نمازیں اور روزے اسلام اور مسلمانوں کو ہلاکت سے نہ بچا سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ عملِ صالح کے نتیجہ میں کامیابی ملتی ہے۔ اور ان لوگوں کے اعمال گو مذہب کے مطابق تھے مگر مناسب حال نہ تھے پس خدا تعالیٰ کا قانون توڑنے کی وجہ سے انہوں نے بھی اور دوسرے سب مسلمانوں نے بھی نقصان اٹھایا۔‘‘

(تفسیر کبیر، جلد 3، صفحہ 27، مطبوعہ قادیان 2010)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سورج گرہن میں صدقہ دینا

(1044) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے، پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ آپؐ کا یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا اور دیر تک رکوع میں رہے اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا اور دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے ایسا ہی کیا جیسے پہلی (رکعت) میں کیا تھا۔ پھر آپؐ فارغ ہوئے اور سورج صاف ہو چکا تھا۔ آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے وہ نہیں گہناتے۔ پس جب تم گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اور اسکی کبریائی بیان کرو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے محمدؐ کی امت! بخدا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیور نہیں کہ اس کا بندہ یا اس کی باندی زنا کرے۔ اے محمدؐ کی امت! اللہ کی قسم، اگر تمہیں معلوم ہو جو مجھے معلوم ہے تو تم لوگ یقیناً ہنستے کم اور روتے بہت۔ (صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الکسوف، مطبوعہ قادیان 2006)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 1؍جنوری 2021ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرت المہدی)

افتتاحی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ برطانیہ 2008

اختتامی خطاب حضور انور جلسہ سالانہ سپین 2010

خطبہ جمعہ حضور انور بطرز سوال وجواب

ملکی رپورٹ

اعلانات وذکر خیر

خلاصہ خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

کتاب نور الحق کی مثل لانے پر
پادری عماد الدین کے لئے پانچ ہزار روپے کا انعام

گزشتہ دو شماروں میں ہم نے عرض کیا تھا کہ عماد الدین کی تالیفات کیسی ہوتی تھیں اور عماد الدین کس قماش کا آدمی تھا۔ نیز یہ کہ آخر مسلمان علماء، اسلام جیسے اعلیٰ وارفع مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت کی گود میں کیوں گرتے تھے۔ اس شمارہ میں ہم پادری عماد الدین کے قرآن کریم پر اعتراضات اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب پیش کرینگے۔

پادری عماد الدین پہلے بھی اپنی کتاب ’’ہدایت المسلمین‘‘ میں قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر اعتراض کر چکا تھا جس کا جواب سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ میں دیا تھا اور اُسے چیلنج بھی دیا تھا کہ اگر وہ یہ ثابت کر دے کہ اُس کو سیدھی سادھی اور بامحاورہ اہل عرب کے مذاق پر بات چیت کرنی آتی ہے تو اُس کو فی الفور پچاس روپے نقد انعام دیئے جائیں گے۔ عماد الدین نے چیلنج قبول نہیں کیا اور اس نے خاموش رہ کر ثابت کر دیا کہ اُسے عربی نہیں آتی۔ اس کا ذکر ہم نے اخبار بدر 26 مارچ 2020 کے شمارہ میں کیا ہے۔ عماد الدین کی کمال درجہ کی بے شرمی تھی کہ اپنی ذلت و رُسوائی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دوبارہ اُس نے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت پر اعتراضات کئے کہ ’’قرآن اپنی بلاغت میں حد اعجاز تک نہیں بلکہ اس میں تکلف اور اضطراب کی بو پائی جاتی ہے اور وہ ہزل اور رقیق لفظوں سے خالی نہیں اور اس میں وحشی الفاظ اور اجنبی کلمات ہیں اور فصیح عربی نہیں۔‘‘ اس کا نہایت مدلل و مسکت اور علم و معرفت سے بھرا ہوا جواب جو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

اہل زبان قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا سکہ مان چکے تھے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام عماد الدین کے اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں :

اَے جاہل کاہل کیا تو اُس کلام پر حملہ کرتا ہے جس نے بڑے بڑے بلغاءِ زمانہ کو ساکت کر دیا اور زمانہ کے مشہور فصیحوں پر اپنی حجت پوری کی اور ادیبوں کی گردنیں اس کی طرف جھک گئیں اور شعراء میں بڑے بڑے نابغہ اس پر ایمان لائے اور اقراری اور فروتن بن کر اس کی طرف رجوع کر لیا کیا زبان شناسی میں تو ان سے بڑھا ہوا ہے اور صحیح اور غیر صحیح میں فرق کرنے میں تو زیادہ طاقت رکھتا ہے یا تو دیوانہ ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ وہ لوگ اہل زبان تھے اور خوش تقریری کے دودھ سے پرورش یافتہ تھے اور رنگا رنگ کی عبارات اور عجیب اشارات سے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے اور ان کوچوں میں اور علم محاسن بیان میں ماہر تھے۔ (نور الحق اَلْحِصَّةُ الْاُوْلیٰ رُخ جلد 8 صفحہ 145)

قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ فصحاءِ عصر اور بلغاءِ دہر کے جھرمٹ میں کیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

کیا تجھے معلوم نہیں کہ قرآن نے اعجاز بلاغت کا دعویٰ کشتی گاہ کے میدان میں کیا ہے کیونکہ عرب اس کے زمانہ میں فصحاءِ عصر اور بلغاءِ دہر تھے اور ان کے باہم فخر کرنے کا مدار فصیح اور باآب و تاب تقریروں پر تھا اور نیز کلام کے پھلوں اور پھولوں پر ناز کرتے تھے اور ان کی لڑائیاں نو ایجاد قصیدوں اور پاکیزہ خطبوں کیساتھ ہوتی تھیں ...... وہ ایک زمانہ سے نظم اور نثر اور لطائف بیان کرنے کے مشتاق تھے اور اپنے ہم جنسوں میں مسلم اور مقبول تھے اور اہل زبان اور میدانوں میں سبقت کرنے والے تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کلام میں شک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اُتارا ہے تو تم بھی کوئی سورت اس کی مانند بنا کر لاؤ اور اگر بنا نہ سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز بنا نہیں سکو گے سو اس آگ سے ڈرو جس کے ہیزم افروختنی آدمی اور پتھر ہیں اور وہ آگ کافروں کے لئے طیار کی گئی ہے۔ (ایضاً صفحہ 145)

قرآن کا تمام جن وانس کو چیلنج اور سب کا مکمل سکوت

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اگر تمام جن وانس اس بات کیلئے اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی کوئی مثل بنا لاویں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ پس کفار مقابلہ سے عاجز آ گئے اور مغلوب ہو کر پیٹھیں پھیر لیں ...... اور بہت سے ان میں سے اعجاز بلاغت قرآن کو تسلیم کر کے ایمان لائے جیسا کہ لبید بن ربیعۃ العامری جو معلقہ رابعہ کا مصنف ہے اس نے اسلام کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوا اور پورا اخلاص دکھایا اور سن اکتالیس میں فوت ہوا۔ اور اسی طرح بہتوں نے ان میں سے قرآن شریف کی بلاغت فصاحت کو قبول کر لیا اور اقرار کر لیا کہ در حقیقت قرآن، عباراتِ پاکیزہ سے پُر اور شیریں استعارات سے مالا مال اور ملیح تقریروں اور آراستہ اور حکمیہ مضمونوں سے بھرا ہوا ہے بلکہ جس نے اس میں نظر غور کی سو وہ اسلام کی طرف دوڑا اور ایمان والوں میں داخل ہوا ...... کفار عرب اس راہ نہیں چلے اور اس دعویٰ میں انہوں نے کچھ جرح قدح نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو قرآن کے اعلیٰ مراتب بلاغت کو قبول کر لیا اور اس کی عظیم الشان فصاحت سے تعجب میں رہ گئے اور کہا کہ یہ تو صریح جادُو ہے۔ (ایضاً صفحہ 146)

قرآن مجید کا اعجاز اور اس کی اعلیٰ وارفع شان

اور اکثر ان کے اس قرآنی معجزہ پر ایمان لائے اور اقرار کر لیا کہ اس کے باز کی سخت پکڑیں ہیں اور اس کی حقیقت کی دریافت سے عاجز رہ گئے اور کہا کہ یہ ایک کلام ہے کہ کلمات بشر پر غالب آ گیا۔ اور وہ سارے کا سارا مغز ہے اور اس کے ساتھ چھلکا نہیں اور اس پر ایک آب و تاب ہے اور اس میں ایک حلاوت ہے اور وہ ایک بے اندازہ اور بکثرت مصفا پانی ہے جو پینے والوں کے پینے سے ختم نہیں ہوتا۔ اور قرآن کے قدح شان میں وہ کوئی کلمہ منہ پر نہ لائے اور اس کی جرح میں انہوں نے کوئی بات منہ سے نہ نکالی اور اس کے میدان میں انہوں نے فکر کے اونٹ دوڑائے تو سہی مگر خوفناک اور شرمندہ ہو کر رجوع کیا اور اکثر ان کے قرآن کو سن کر روتے اور سجدہ کرتے تھے۔ یہ وہ بیان ہے جو ہم قرآن کریم میں پاتے اور نبی رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پڑھتے ہیں اور ہم نے اس کو ایماناً اور دیانتاً اور امانتاً لکھا ہے۔ (ایضاً صفحہ 148)

عماد الدین کا اعتراض جہالت پر مبنی، اسے فصاحت کا مطلب معلوم ہی نہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پادری عماد الدین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اور یہ جو تُو نے خیال کیا کہ قرآن میں بعض ایسے الفاظ ہیں کہ وہ زبان قریش کے مخالف ہیں سو یہ بات تیری سراسر جہل اور نفسانی جوش سے ہے اور بصیرت کی راہ سے نہیں۔ اَے غبی اور سفلہ نادان تجھے معلوم ہو کہ فصاحت کا مدار الفاظ مقبولہ پر ہوا کرتا ہے خواہ وہ کلمات قوم کی اصل زبان میں سے ہوں یا ایسے کلمات منقولہ ہوں جو بلغاءِ قوم کے استعمال میں آ گئے ہوں ...... مگر تُو تو اَے معترض ایک غبی اور جاہل ہے اور باوجود اس کے تُو جلد باز اور دشمن حق ہے اسی لئے تو بغیر کینہ اور جہل کے اور کچھ نہیں جانتا اور بغیر گڑھے کے اور کسی جگہ قدم نہیں رکھتا اور تُو نہیں جانتا کہ زبان عرب کیا شے ہے اور فصاحت کسے کہتے ہیں اور صرف بے حیائی تجھ میں ہے نہ اور کوئی لیاقت اور تجھ کو تو کسی نے سکھایا ہے کہ تُو پاکوں کو گالیاں دیتا رہے۔ (ایضاً صفحہ 149)

عماد الدین ایک غبی اور کم استعداد آدمی جسے عربی زبان سے کچھ بھی حصہ نہیں

سو اَے غافل شریروں کی خصلت چھوڑ دے اور کچھ شرم کر اور ذرا اپنے منہ کو فکر کے شیشہ میں دیکھ کہ کیا تُو نے مدت عمر میں کبھی فن ادب سے کچھ پڑھا ہے یا رنگینی عبارات کے نشیب و فراز تجھے معلوم ہیں یا کبھی تو نے دو عربی کلموں کو جوڑا یا ایک دو بیت بنائے پس اگر تُو دعویٰ کرے تو اس بات کا ثبوت پیش کر۔ اور تجھے معلوم ہے کہ مَیں نے براہین میں بھی تجھے مخاطب کیا تھا جبکہ تُو نے قرآن شریف پر اور دین اسلام پر حملہ کیا تھا اور میرا مخاطب کرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ تا تیرا کُند ذہن اور سخت جاہل ہونا لوگوں پر ظاہر کروں پس مَیں نے کہا کہ اگر تُو یہ گمان کرتا ہے کہ تُو عربی جانتا ہے سو ہمیں اپنی مہارت ادبیہ دکھلاؤ اور ہم ایک قصہ کسی زبان میں تجھ کو سنائیں گے اور تجھ پر واجب ہوگا کہ تُو اس کی عبارت کو عربی بنا کر دکھلا دے پھر ہم تمہاری بزرگی کے اقراری ہو جائیں گے اور تیری تعظیم کریں گے اور تجھ کو متبحر فاضلوں میں سے تسلیم کریں گے مگر تُو چارپاؤں کی طرح چپ ہو گیا اور انعام لینے کی طرف رخ نہ کیا اور تُو جواب میں چپ ہی کر گیا نہ کچھ نیک کہا نہ بد کیونکہ اس میں تیری پردہ دری اور رسوائی تھی پس ثابت ہوا کہ تُو ایک غبی کم استعداد آدمی ہے اور تجھ کو عربی زبان سے کچھ بھی حصہ نہیں۔ اور تُو نے انعام لینے کی طرف رغبت نہ کی کیونکہ تُو ایک جاہل چارپاؤں کی طرح تھا اور عالموں میں سے نہیں تھا۔ پس مَیں نے قطعی علم کے ساتھ جان لیا کہ تُو زبان عربی بالکل نہیں جانتا اور تجھے طاقت نہیں کہ اس کے کوچوں میں چل سکے۔ (ایضاً صفحہ 150)

اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مذاہب پر اسلام اور قرآن کریم کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ تحریر فرمائی اور اس کے دلائل کا ردّ لکھنے والے کے لئے دس ہزار روپے کا انعام رکھا۔ اسی تعلق میں ایک موقع پر آپؑ فرماتے ہیں :

نادان عیسائی نہیں جانتے کہ بلا دلیل ایک کتاب کی تعریف کرنا اور ایک کی مذمت کرتے رہنا نہ کسی کتاب کو قابل تعریف ٹھہراتا ہے نہ قابل مذمت۔ بیہودہ طور پر مونہہ سے بات نکالنا کون نہیں جانتا۔ لیکن جس حالت میں ہم نے اسی کتاب میں انجیلی تعلیم کا حقانیت سے بے نصیب ہونا اور قرآنی تعلیم کا مجمع الانوار ہونا صدہا دلائل سے ثابت کر دیا ہے اور اس پر نہ صرف دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا بلکہ ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔ اب منصفو!! نظر کرو اور خدا کے واسطے ذرہ دل کو صاف کر کے سوچو کہ ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خدا ترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔ (براہین احمدیہ رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 298 حاشیہ 2)

آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پُر شوکت انعامی چیلنج پیش کریں گے جو آپ نے عماد الدین کو نور الحق کی مثل لانے پر دیا تھا۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

خطبہ جمعہ

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور آپس میں تفرقہ نہ کرنا کیونکہ
مَیں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے (حضرت علیؓ)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد اور داماد ابو تراب، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حالات و واقعات کا بیان

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہمیشہ کاربند رہو، اس کو کبھی نہ چھوڑنا ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے
پھر تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی، جو آج کل مسلمان ملکوں کا حال ہے

دعا کریں کہ یہ سال جماعت کیلئے، دنیا کیلئے، انسانیت کیلئے بابرکت ہو

یہ آفات خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے حقوق و فرائض بھولنے اور ادا نہ کرنے بلکہ ظلم میں بڑھنے کی وجہ سے آتی ہیں

کوئی بعید نہیں کہ اصل ہتھیاروں کی جنگ بھی ہو جائے جو نہایت خوفناک جنگ ہوگی

یہ سال مبارکبادوں کا سال اُس وقت بنے گا جب ہم اپنے فرائض کو ادا کرنے والے ہوں گے

ہر احمدی کو غور کرنا چاہئے کہ اس کے سپرد ایک بہت بڑا کام کیا گیا ہے

دنیا کو اس جھنڈے کے نیچے لائیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا تھا

ہر احمدی مرد، عورت، جوان، بچہ، بوڑھا اس بات کو سمجھتے ہوئے یہ عہد کرے کہ
اس سال میں نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنا ہے

آج دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے کیلئے اگر کوئی کام کر رہا ہے تو وہ صرف احمدی ہیں

ہمارا کام ہے کہ دعاؤں سے اپنی عبادتوں کو مزید سجائیں اور اگر ہم یہ کر لیں گے تو پھر ہی ہم کامیاب ہیں

ہماری خوشیاں چاہے وہ سال کے شروع کی ہوں یا عید کی، اصل تو اس وقت ہوں گی،
جب ہم دنیا میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا لہرانے والے بنیں گے جسے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے

اللہ تعالیٰ ہر ملک میں ہر احمدی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور یہ سال ہر احمدی کیلئے، ہر انسان کیلئے رحمتوں اور برکتوں کا سال بن کر آئے

سالِ نَو کے آغاز پر سربراہانِ مملکت اور جماعت احمدیہ کیلئے زرّیں نصائح

الجزائر اور پاکستان میں احمدیوں کی شدید مخالفت کے پیش نظر دعاؤں کی تحریک

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ یکم جنوری 2021ء بمطابق یکم صلح 1400 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت علیؓ کی شہادت کے پس منظر میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’ابھی معاملات پوری طرح سلجھے نہ تھے کہ خوارج کے گروہ نے یہ مشورہ کیا کہ اس فتنہ کو اس طرح دور کرو کہ جس قدر بڑے آدمی ہیں ان کو قتل کر دو۔ چنانچہ ان کے دلیر‘‘ یعنی بہادر لوگ جو تھے، بعض جرأت والے لوگ جو تھے ’’یہ اقرار کر کے نکلے کہ ان میں سے ایک حضرت علیؓ کو، ایک حضرت معاویہؓ کو اور ایک عمرو بن العاصؓ کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں قتل کر دے گا۔ جو حضرت معاویہؓ کی طرف گیا تھا اس نے تو حضرت معاویہؓ پر حملہ کیا لیکن اس کی تلوار ٹھیک نہیں لگی اور حضرت معاویہ صرف معمولی زخمی ہوئے۔ وہ شخص پکڑا گیا اور بعد ازاں قتل کیا گیا۔ جو عمرو بن العاصؓ کو مارنے گیا تھا وہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ بوجہ بیماری نماز کیلئے نہ آئے تھے اور جو شخص ان کو نماز پڑھانے کیلئے آیا تھا‘‘ یعنی اس وقت حضرت عمرو بن عاصؓ کی جگہ ’’اس نے اس کو مار دیا۔‘‘ جو عمرو بن عاصؓ پہ حملہ کرنے گیا تھا خود پکڑا گیا اور بعد ازاں مارا گیا۔ جو شخص حضرت علیؓ کو مارنے کیلئے نکلا تھا اس نے جبکہ آپؓ صبح کی نماز کیلئے کھڑے ہونے لگے آپؓ پر حملہ کیا اور آپ خطرناک طور پر زخمی ہوئے۔ آپؓ پر حملہ کرتے وقت اس شخص نے یہ الفاظ کہے کہ اے علیؓ! تیرا حق نہیں کہ تیری ہر بات مانی جایا کرے بلکہ یہ حق صرف اللہ کو ہے۔‘‘

(انوار خلافت، انوار العلوم، جلد 3، صفحہ 202)

حضرت علیؓ کی شہادت کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ حضرت عبیداللہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی! کیا تم جانتے ہو کہ اوّلین اور آخرین میں سے سب سے بدبخت شخص کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اسکا رسولؐ سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ پہلوں میں سب سے بدبخت شخص حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا تھا اور اے علی! آخرین میں سب سے بدبخت وہ شخص ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ فرمایا جہاں آپؓ کو نیزہ مارا جائے گا۔

حضرت علیؓ کی لونڈی اُمّ جعفر کی روایت ہے کہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی کہ آپؓ نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی داڑھی کو پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا اور داڑھی کو مخاطب کر کے فرمایا واہ واہ! تیرے کیا کہنے۔ تم ضرور خون میں رنگی جاؤ گی۔ پھر جمعہ کے دن آپ شہید کر دیے گئے۔

حضرت علیؓ کا واقعہ شہادت ایک جگہ اس طرح بیان ہوا ہے۔ اِبن حَنَفِیَّہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ حمام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ابن مُلْجَم آیا۔ جب وہ داخل ہوا تو گویا حسنین نے اس سے نفرت کا اظہار کیا اور کہا کہ تیری یہ جرأت کہ اس طرح یہاں ہمارے پاس آئے۔ میں نے ان دونوں سے کہا کہ تم اسے منہ نہ لگاؤ۔ قسم سے کہ یہ تمہارے خلاف جو کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ حضرت علیؓ پر حملہ کے وقت ابنِ مُلْجَم کو قیدی بنا کر لایا گیا تو ابنِ حَنَفِیَّہ نے کہا میں تو اسے اس دن ہی اچھی طرح جان گیا تھا جس دن یہ حمام میں ہمارے پاس آیا تھا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قیدی ہے۔ لہٰذا اس کی اچھی طرح مہمان نوازی کرو اور اسے عزت کے ساتھ ٹھہراؤ۔ اگر میں زندہ رہا تو یا تو اسے قتل کروں گا یا اسے معاف کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اسے میرے قصاص میں قتل کر دینا اور حد سے نہ بڑھنا۔ یقیناً اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام قُثَم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے میرے بڑے بیٹے کو اپنی وصیت میں لکھا کہ اس یعنی ابنِ مُلْجَم کے پیٹ اور شرم گاہ میں نیزہ نہ مارا جائے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمیوں کو نامزد کیا گیا تھا عبدُ الرحمٰن بن مُلْجَم مُرَادِی جو قبیلہ حِمْیَر سے تھا اور اس کا شمار قبیلہ مُرَاد میں ہوتا تھا جو کِنْدَہ کے خاندان بَنُو جَبَلَہ کا حلیف تھا اور بُرَک بن عبداللہ تمیمی اور عَمْرو بن بُکَیر تمیمی۔ یہ تینوں مکّہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے پختہ عہد و پیمان کیے کہ وہ تین آدمیوں یعنی حضرت علی بن ابوطالبؓ، حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو ضرور قتل کریں گے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ نام ان تین قتل کرنے والوں کے تھے جس کا واقعہ حضرت مصلح موعودؓ نے شروع میں بیان کیا تھا، اور لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم نے کہا مَیں علی بن ابوطالب کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں۔ بُرَک نے کہا مَیں معاویہ کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں اور عمرو بن بُکَیر نے کہا مَیں تمہیں عمرو بن عاص سے نجات دلاؤں گا۔ اسکے بعد انہوں نے اس بات پر باہم پختہ عہد و پیمان کیا اور ایک دوسرے کو یقین دلایا کہ وہ اپنے نامزد کردہ شخص کو قتل کرنے کے عہد سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور وہ اس تک پہنچے گا یہاں تک کہ اسے قتل کر دے یا اس راہ میں اپنی جان دے دے یعنی اس حد تک وہ جائیں گے یا تو ان تینوں کو قتل کر دیں گے یا اپنی جان دے دیں گے، واپس نہیں آئیں گے۔ انہوں نے آپس میں رمضان کی سترھویں رات اس غرض کیلئے مقرر کی۔ پھر ان میں سے ہر شخص اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا جس میں اسکا مطلوبہ شخص رہتا تھا یعنی جسے اس نے قتل کرنا تھا۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم کوفہ آیا اور اپنے خارجی دوستوں سے ملا مگر ان سے اپنے قصد کو پوشیدہ رکھا۔ وہ انہیں ملنے جاتا اور وہ اسے ملنے آتے رہے۔ اس نے ایک روز تَیْمُ الرِّبَاب قبیلہ کی ایک جماعت دیکھی جس میں ایک عورت قَطَام بنتِ شُجْنَہ بن عَدِی تھی۔ حضرت علیؓ نے جنگ نَہْرَوَان میں اسکے باپ اور بھائی کو قتل کیا تھا۔ وہ عورت ابن مُلْجَم کو پسند آئی تو اس نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ اس نے کہا میں اس وقت تک تجھ سے نکاح نہ کروں گی جب تک تُو مجھ سے ایک وعدہ نہ کرے۔ ابن مُلْجَم نے کہا کہ تُو جو مانگے گی میں وہ تجھے دوں گا۔ اس نے کہا کہ تین ہزار اور علی بن ابی طالب کا قتل۔ درہم تین ہزار ہوں گے اور علی بن ابوطالب کا قتل۔ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو اس شہر میں علی بن ابوطالب کو قتل کرنے کے واسطے ہی آیا ہوں اور میں تجھے وہ ضرور دوں گا جو تُو نے مانگا۔ پھر ابنِ مُلْجَم، شَبِیب بن بَجَرَۃ اَشْجَعِی سے ملا اور اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور اپنے ساتھ رہنے کا کہا۔ شَبِیب نے اسکی یہ بات مان لی۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم نے وہ رات جس کی صبح کو اس نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تھا اَشْعَث بن قَیس کِنْدِی کی مسجد میں اس سے سرگوشی کرتے ہوئے گزاری۔ طلوع فجر کے قریب اَشْعَث نے اسے کہا، اٹھو صبح ہو گئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم اور شَبِیب بن بَجَرَۃ کھڑے ہو گئے اور اپنی تلواریں لے کر اس تھڑے کے بالمقابل آ کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔

حضرت حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں صبح سویرے حضرت علیؓ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا: میں رات بھر اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا پھر بیٹھے بیٹھے میری آنکھوں پر نیند غالب آ گئی تو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ کی اُمّت کی طرف سے ٹیڑھے پن اور شدید جھگڑے کا سامنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ میں نے کہا: اے اللہ! مجھے ان کے بدلے میں وہ دے جو ان سے بہتر ہو اور ان کو میرے بدلے وہ دے جو مجھ سے بدتر ہو۔ اتنے میں ابنِ نَبَّاح مؤذن آئے اور کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا تو وہ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ ابنِ نَبَّاح آپؓ کے آگے تھے اور مَیں پیچھے۔ جب آپؓ دروازے سے باہر نکلے تو آپؓ نے آواز دی کہ اے لوگو! نماز، نماز۔ صلوٰۃ، صلوٰۃ کی آواز دیتے تھے۔ آپؓ ہر روز اسی طرح کیا کرتے تھے۔ جب آپ نکلتے تو آپ کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا تھا اور آپؓ اُسے دروازوں پہ مار کے لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔ عین اس وقت وہ دونوں حملہ آور آپؓ کے سامنے نکل آئے۔ عینی شاہدوں میں سے بعض کا کہنا ہے کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی اور ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے علی! حکم اللہ کیلئے ہے نہ کہ تمہارے لیے۔ پھر مَیں نے دوسری تلوار دیکھی۔ پھر دونوں نے مل کر وار کیا۔ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم کی تلوار حضرت علیؓ کی پیشانی سے سر کی چوٹی تک پڑی اور دماغ تک پہنچ گئی جبکہ شَبِیب کی تلوار دروازے کی لکڑی پر جا لگی۔ میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ آدمی تم سے بھاگنے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے مگر شَبِیب بچ کر نکل گیا جبکہ عبدالرحمٰن بن مُلْجَم گرفتار کر لیا گیا اور اسے حضرت علیؓ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اس کا خون معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ حق دار ہوں گا اور اگر مَیں فوت ہو گیا تو اسے بھی قتل کر کے میرے ساتھ ملا دینا۔ میں رب العالمین کے پاس اس سے جھگڑوں گا۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 25 تا 27، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

یعنی پھر آپؓ یہ معاملہ اللہ کے حضور میں پیش کریں گے۔

جب حضرت علیؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے وصیت کی۔ آپ کی وصیت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ علی نے یہ وصیت کی ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تھا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں خواہ یہ بات مشرکین کو بُری ہی لگے۔ یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اس کے بعد اے حسن، اپنے بیٹے کو مخاطب فرمایا کہ مَیں تجھے اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے اور یہ کہ تم حالتِ اسلام میں ہی دنیا سے رخصت ہونا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور آپس میں تفرقہ نہ کرنا کیونکہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ (یہ بڑی اہم بات ہے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ باہمی تعلقات کی اصلاح کرنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ آپس میں صلح صفائی سے رہنا اصلاح کرنا اور کروانا یہ بہت بڑی نیکی ہے) تم اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اس سے اللہ تعالیٰ تم پر حساب آسان فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈرنا۔ نہ تو انہیں اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مدد طلب کریں اور نہ اس بات پر کہ وہ تمہارے سامنے ضائع ہو جائیں۔ پڑوسیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے۔ آپ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے رہے حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑوسیوں کو وارث ہی نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ قرآن پر عمل کرنے میں کہیں دوسرے تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے رب کے گھر کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور زندگی بھر اسے خالی نہ ہونے دو کیونکہ اگر وہ خالی چھوڑ دیا گیا تو اس جیسا کوئی گھر تمہیں نہ ملے گا۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ اور زکوٰۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ رب کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تمہارے درمیان کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں وصیت فرمائی ہے۔ اور فقراء اور مساکین کے بارہ میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنے سامان معیشت میں شریک کرو۔ اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرو جن کے مالک تمہارے داہنے ہاتھ ہوئے ہیں یعنی جن کی ذمہ واری تمہارے سپرد کی گئی ہے ان کے معاملات کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی حفاظت کرو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی ملامت کرنے والے کا خوف مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سامنے ہونی چاہئے۔ (بہت اہم چیز ہے) وہ خدا تمہارے لیے کافی ہوگا اس شخص کے خلاف جو تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور تمہارے خلاف بغاوت کرے۔ اور لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑو ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے۔ (بڑی اہم بات ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک کاموں کا کہنا اور بُرے کاموں سے روکنا اس پر ہمیشہ کاربند رہو۔ اس کو کبھی نہ چھوڑنا ورنہ تم میں سے بُرے تمہارے حاکم بن جائیں گے) پھر تم دعا کرو گے مگر تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی۔ (جو آج کل مسلمان ملکوں کا حال ہے) ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق رکھو اور تکلفات کے بغیر ایک دوسرے کے کام آؤ۔ خبردار! ایک دوسرے سے دشمنیاں نہ بڑھاؤ، نہ قطع تعلق کرو اور نہ تفرقہ کرو اور نیکی اور تقویٰ میں باہم تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی میں تعاون نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اے اہل بیت کے معزز افراد! اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمہارے ذریعہ حفاظت کرے یعنی تمہارے نیک نمونے کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہمیشہ زندہ رہیں۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

(تاریخ الطبری، جلد 3، صفحہ 158، سنۃ 40، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

ابوسِنَان کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ زخمی تھے تو وہ ان کی عیادت کیلئے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آپ کی اس زخمی حالت پر ہمیں بہت تشویش ہو رہی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا لیکن خدا کی قسم! مجھے اپنے اوپر کوئی تشویش نہیں ہے کیونکہ صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتا دیا تھا کہ تمہیں اس اس جگہ پر زخم آئیں گے اور آپؓ نے اپنی کنپٹیوں کی طرف اشارہ کیا پھر وہاں سے خون بہے گا حتی کہ تیری داڑھی رنگین ہو جائے گی اور ایسا کرنے والا اس امّت کا سب سے بڑا بدبخت شخص ہوگا جیسا کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے

والا قوم ثمود کا سب سے بڑا بد بخت تھا۔(المستدرک علی الصحیحین، جزء 3، صفحہ 327، کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر اسلام امیر المومنین علی، حدیث نمبر 4648، مطبوعہ دار الفکر 2002ء)

ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے قاتل اِبنِ مُلْجَم کے بارے میں فرمایا اس کو بٹھاؤ۔ اگر میں مرگیا تو اسے قتل کر دینا مگر اس کا مُثْلَہ نہ کرنا اور اگر مَیں زندہ رہا تو مَیں خود اس کی معافی یا قصاص کا فیصلہ کروں گا۔

(الاستیعاب، جلد 3، صفحہ 219، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002)

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ ’’تاریخوں میں لکھا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک شخص نے خنجر کے ساتھ حملہ کیا اور آپ کا پیٹ چاک کر دیا وہ پکڑا گیا۔‘‘ بہر حال آپ نے یہ لکھا ہے کہ پیٹ چاک کیا۔ سر کا زخم بھی تھا۔ شاید پیٹ پہ بھی زخم ہوا ہو یا ویسے ہی آپ کا خیال تھا یا محاورۃً بولا۔ کیونکہ اکثر روایتیں بہر حال سر کے زخم کی آتی ہیں۔ وہ پکڑا گیا’’ تو صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ ہم اس کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ آپ نے حضرت امام حسنؓ کو بلوایا اور وصیت کی کہ اگر میں مرجاؤں تو میری جان کے بدلے اس کی جان لے لی جائے لیکن اگر میں بچ جاؤں تو پھر اسے قتل نہ کیا جائے۔‘‘ (خطبات محمود، جلد 16، صفحہ 428)

عَمْرو ذِی مُر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ کو تلوار کے زخم آئے تو میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے اپنا سر لپیٹا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے اپنا زخم دکھائیں۔ آپؓ نے زخم سے کپڑا کھولا تو مَیں نے عرض کیا ہلکا سا زخم ہے اور کچھ نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ اس پر آپ کی صاحبزادی اُمّ کلثوم پردے کے پیچھے سے رو پڑیں۔ آپؓ نے اسے فرمایا چپ ہو جاؤ۔ اگر تم وہ دیکھ لو جو مَیں دیکھ رہا ہوں تو نہ روؤ۔ میں نے عرض کی کہ اے امیر المومنین! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا یہ فرشتوں اور نبیوں کے وفد ہیں اور یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو فرما رہے ہیں (یعنی ایک نظارہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فرشتوں اور نبیوں کے وفد ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں ہیں۔ آپؐ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں) کہ اے علی! خوش ہو جاؤ کیونکہ جس طرف تم جا رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم موجود ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ اپنی وصیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میں آپ سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہوں۔ اسکے بعد کوئی بات نہیں کی سوائے لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ کے، یہاں تک کہ آپ کی روح قبض ہوگئی۔(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 114-115، ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

جب حضرت علی بن ابو طالبؓ کی وفات ہوئی تو حضرت حسن بن علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! آج کی رات ایک ایسے شخص کی وفات ہوئی ہے کہ نہ اس سے پہلے لوگ اس سے سبقت لے جاسکے اور نہ بعد میں آنے والے اس کا مقام پاسکیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے کسی مہم پر بھیجتے تو جبرئیل اس کے دائیں طرف اور میکائیل اس کے بائیں طرف ہوتے تھے اور وہ واپس نہ لَوٹتا تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح نہ عطا کر دیتا تھا۔ اس نے صرف سات سو درہم ترکہ چھوڑا ہے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اس رقم سے غلام خریدے اور اس کی روح اسی رات کو قبض کی گئی جس رات کو حضرت عیسیٰؑ کی روح کا رفع ہوا تھا یعنی ستائیس رمضان المبارک کی رات۔ ایک اَور روایت میں ہے حضرت علیؓ کی شہادت کی تاریخ سترھویں رمضان کی رات سن چالیس ہجری بیان ہوئی ہے۔ یہ چالیس ہجری کا سال تھا اور آپ کا دور خلافت چار سال ساڑھے آٹھ ماہ رہا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 28، ذکر علی ابن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی، جلد 4، صفحہ 468، ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں۔ طبقات ابن سعد کی جلد ثالث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات کے حالات میں حضرت امام حسنؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! آج وہ شخص فوت ہوا ہے کہ اسکی بعض باتوں کو نہ پہلے پہنچے اور نہ بعد کو آنے والے پہنچیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنگ کیلئے بھیجتے تھے تو جبرئیل اسکے دائیں طرف ہوتے تھے اور میکائیل بائیں طرف۔ پس وہ بِلا فتح حاصل کیے واپس نہیں ہوتا تھا۔ بغیر فتح حاصل کیے واپس نہیں ہوتا تھا اور اس نے صرف سات سو درہم اپنا ترکہ چھوڑا ہے جس سے اس کا ارادہ تھا کہ ایک غلام خریدے اور وہ اس رات کو فوت ہوا ہے جس رات عیسیٰ بن مریمؑ کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی تھی یعنی رمضان کی ستائیسویں تاریخ کو۔ (ماخوذ از دعوۃ الامیر، انوار العلوم، جلد 7، صفحہ 348)

حضرت علیؓ کو ان کے دونوں بیٹوں اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے غسل دیا اور آپؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔ آپ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا جس میں قمیص نہیں تھی۔ آپ کی تدفین سحری کے وقت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کچھ متبرک مُشک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو لگائے گئے مُشک سے بچا تھا اور حضرت علیؓ کی وصیت تھی کہ وہ مُشک آپ کی میت کو لگایا جائے۔

آپؓ کی عمر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کہا آپ کی عمر ستاون سال تھی، بعض کے نزدیک اٹھاون سال تھی، بعض کے نزدیک پینسٹھ سال تھی، بعض کے نزدیک تریسٹھ سال تھی۔ تاہم اکثریت کے نزدیک تریسٹھ سال والی روایت زیادہ درست تھی۔(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 115، ذکر علی بن ابی طالب، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

حضرت علیؓ کا مزار کہاں واقع ہے؟ اس بارے میں بھی سوال اٹھتا ہے۔ اس کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں متفرق روایات ملتی ہیں جو یوں ہیں۔ حضرت علیؓ کو رات کے وقت کوفہ میں دفن کیا گیا اور ان کی تدفین کو مخفی رکھا گیا۔ حضرت علیؓ کو کوفہ کی جامع مسجد میں دفن کیا گیا۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت علیؓ کی لاش کو مدینہ منتقل کیا اور حضرت فاطمہؓ کی قبر کے پاس بقیع میں دفن کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب ان دونوں نے حضرت علیؓ کی لاش کو ایک صندوق میں ڈال کر اونٹ پر رکھا تو اونٹ گم ہوگیا۔ اس اونٹ کو طَے قبیلہ نے پکڑا۔ وہ اس صندوق کو مال سمجھ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ صندوق میں لاش ہے تو وہ اس کو پہچان نہیں سکے اور انہوں نے اس لاش کو صندوق سمیت دفن کر دیا اور کوئی نہیں جانتا کہ حضرت علیؓ کی قبر کہاں ہے۔ پھر ایک روایت ہے کہ حضرت حسن نے حضرت علیؓ کو کوفہ میں جَعْدَہ بِن ھُبَیْرَہ کی آل کے کسی حجرے میں دفن کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جَعْدَہ حضرت علیؓ کا بھانجا تھا۔

امام جعفر صادق کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا رات کے وقت جنازہ پڑھا گیا اور کوفہ میں ان کی تدفین ہوئی اور ان کی قبر کے مقام کو مخفی رکھا گیا تاہم وہ قصر امارت کے پاس تھا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کا جنازہ پڑھایا اور کوفہ کے باہر حضرت علیؓ کی تدفین کی گئی اور ان کی قبر کو اس خوف سے مخفی رکھا گیا کہ خوارج وغیرہ ان کی اور قبر کی بے حرمتی نہ کریں۔ بعض شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مزار نجف میں ہے، اس مقام پر جس کو آج کل مَشْھَدُ النَّجَف کہتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق کوفہ میں حضرت علیؓ کو شہید کیا گیا تاہم آپ کی قبر کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کا جنازہ پڑھایا اور کوفہ کے دار الاِمارۃ میں حضرت علیؓ کی تدفین کی گئی اس خوف سے کہ خوارج ان کی لاش کی بے حرمتی نہ کریں۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت مشہور ہے اور جس نے یہ کہا کہ انہیں جانور پر رکھا گیا اور وہ اسے لے گیا اور کوئی نہ جان سکا کہ وہ جانور کہاں چلا گیا تو یہ درست نہیں ہے اور اس نے اس بارے میں تکلف سے کام لیا ہے جس کا اس کو کوئی علم نہیں اور نہ ہی عقل اور نہ ہی شریعت اس کا جواز پیش کرتی ہے اور جو اکثر جاہل رَوَافِض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مزار مَشْھَدُ النَّجَف میں ہے تو اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حقیقت ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہاں تو حضرت مُغِیْرَہ بن شُعْبَہ کی قبر ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ، جلد 4، جزء 7، صفحہ 316-317، صفۃ مقتلہ رضی اللہ عنہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(تاریخ طبری، جلد 3، صفحہ 477، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نَجَف میں مشہد کے نام سے جو مقام ہے اہل علم اس پر متفق ہیں کہ وہ حضرت علیؓ کی قبر کا مقام نہیں بلکہ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی قبر ہے۔ اہل بیت، شیعہ اور دیگر مسلمانوں نے کوفہ میں ان کی حکومت اور تین سو سال سے زیادہ بیت جانے کے باوجود کبھی اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہ حضرت علیؓ کی قبر ہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے تین سو سال بعد اس جگہ کو مشہد علی کا نام دیا گیا ہے اس لیے یہ روایت بالکل غلط ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی قبر ہے۔(ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا، سیرت صحابہ کرامؓ، جلد 1، صفحہ 436، سیدنا علی بن ابی طالبؓ، دار السلام ریاض 1438ھ)

نیز علامہ ابن جَوْزِی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں حضرت علیؓ کے مزار کے متعلق متفرق روایات جنہیں اوپر بیان کر دیا گیا ہے کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَیُّ الْاَقْوَالِ اَصَحُّ۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون سا قول زیادہ درست اور صحیح ہے۔(المنتظم، جلد 5، صفحہ 178، سنۃ 40، فصل، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت علیؓ کی جو شادیاں اور اولادیں ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مختلف وقتوں میں آٹھ شادیاں کیں جن کے نام یہ ہیں۔ فاطمہ بنتِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خولہ بنتِ جعفر بن قَیس، لیلیٰ بنت مسعود بن خالد، اُمّ البَنِیْن بنت حِزَام بن خالد، اَسْمَاء بنت عُمَیْس، صَھْبَاء ام حبیب بنت رَبِیعہ، اُمَامَہ بنت ابو العاص بن ربیع۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کی بیٹی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں۔ اُمّ سعید بنت عُرْوَہ بن مسعود ثَقَفِی۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے ان کو کثیر اولاد عطا کی جن کی تعداد تیس سے زائد بنتی ہے۔ چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں۔ آپ کی نسل حضرت حسن، حضرت حسین، محمد بن حَنَفِیَّہ، عباس بن کِلَابِیَہ اور عمرو بن تَغْلَبِیَّہ سے چلی۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد 3، صفحہ 14، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)(سیدنا علی بن ابی طالب از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم، صفحہ 82-83، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)

حضرت علیؓ کے فضائل وخصائل اور مناقب کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ أَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا، فَمَنْ أَرَادَ الْمَدِیْنَۃَ، فَلْیَأْتِ الْبَابَ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے جو اس شہر کا قصد کرے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے دروازے پر آئے۔

(المستدرک علی الصحیحین، جزء 3، صفحہ 339، کتاب معارفۃ الصحابۃ ذکر اسلام امیر المومنین علی حدیث 4695، دار الفکر 2002ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کو بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہ میں سے زیادہ بہادر اور دلیر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور پھر انہوں نے کہا کہ جنگ بدر میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک علیحدہ چبوترہ بنایا گیا تو اس وقت سوال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام کس کے سپرد کیا جائے؟ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً ننگی تلوار لے کر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اس انتہائی خطرے کے موقع پر نہایت دلیری سے آپؐ کی حفاظت کا فرض سرانجام دیا۔ اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا أَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ یعنی کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ پس حضرت علیؓ کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء میں سے قرار دیا ہے مگر خیبر کی جنگ میں سب سے نازک وقت میں اسلام کا جھنڈا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ ہی کے ہاتھ میں دیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت علماء بزدل نہیں تھے بلکہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، جلد 7، صفحہ 364-365)

یہ ذکر آپ علماء کی بہادری کا فرما رہے ہیں۔ اس ضمن میں یہ واقعہ بیان فرمایا۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا کہ میں اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھتا تھا اور آج میرا صدقہ یعنی زکوٰۃ چار ہزار دینار تک پہنچ چکا ہے۔ ایک روایت میں چالیس ہزار دینار کا ذکر ہے۔ ابو بحرا اپنے ایک استاد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کو موٹی تہ بند پہنے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: مَیں نے یہ پانچ درہم میں خریدی ہے جو مجھے اس پر ایک درہم کا نفع دے گا میں اسے یہ فروخت کر دوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کے پاس چند درہم کی تھیلی دیکھی تو آپ نے کہا یہ یَنْبُعْ کی جائیداد میں سے ہمارا بچنے والا نفقہ ہے۔ یَنْبُع ایک بستی ہے جو مدینہ سے سات منزل دور تھی، ساحل سمندر کی طرف واقع ہے۔ آپ کی انگوٹھی پر، حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر اَللّٰہُ الْمَلِكُ کندہ تھا کہ اللہ ہی بادشاہ ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 97، ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ لبنان 2003ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 3، صفحہ 22، ذکر علی ابن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (لغات الحدیث، جلد 4، صفحہ 613، نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

جُمَیع بن عُمَیر بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت عائشہؓ کے پاس اپنی پھوپھی کے ساتھ آیا تو انہوں نے سوال کیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون عزیز تھا؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا فاطمہؓ۔ پھر سوال کیا گیا کہ مَردوں میں سے؟ تو آپ نے فرمایا ان کے خاوند حضرت علیؓ۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، حدیث 3874)

حضرت ثَعْلَبَہ بن ابو مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ ہر میدان جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علمبردار ہوتے تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تھا تو حضرت علی بن ابو طالبؓ جھنڈا تھام لیتے تھے۔

(اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 93، ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت 2003ء)

قبیلہ ثَقِیف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے مجھے سَابُور علاقے کا عامل مقرر کیا۔ سابور فارس میں ایک علاقہ ہے جو شیراز سے کوئی تقریباً 75 میل کے فاصلہ پر ہے اور فرمایا کسی شخص کو بھی ایک درہم ٹیکس کی وجہ سے کوڑا نہ مارنا اور لوگوں کے رزق کے پیچھے نہ پڑنا اور نہ سردیوں یا گرمیوں میں ان کے کپڑوں کے پیچھے پڑنا۔ اس طرح ٹیکس نہیں لینا کہ کپڑے اتر جائیں اور نہ ان سے کسی ایسے جانور کا مطالبہ کرنا جسے وہ کام میں استعمال کرتے ہوں۔ کسی کو ایک درہم کی طلب میں کھڑے نہ رکھنا۔ یعنی جو بھی ٹیکس وصول کرنا ہے جزیہ وصول کرنا ہے اس کیلئے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینی، بوجھ نہیں ڈالنا۔ میں نے کہا یا امیر المومنین! پھر تو میں آپ کی طرف ایسے ہی لوٹوں گا جیسے میں آپ کے پاس سے جا رہا ہوں۔ کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارا بھلا ہو۔ ہاں خواہ تم خالی ہاتھ ہی لوٹو ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے اس مال میں سے لیں جو اُن کی ضرورت سے زائد ہو۔ (اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 98، ذکر علی بن ابی طالب، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت 2003ء) (معجم البلدان، جلد 3، صفحہ 188)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تم میرے بھائی اور میرے ساتھی ہو۔ (کنز العمال، جلد 13، صفحہ 109، حدیث 36356، فضائل علی، موسسۃ الرسالۃ 1981ء)

علی بن رَبِیعَہ سے روایت ہے کہ میں حضرت علیؓ کے پاس حاضر تھا جب ان کیلئے ایک جانور لایا گیا تا کہ اس پر سوار ہوں۔ جب آپؓ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو تین مرتبہ بسم اللہ کہا۔ جب اسکی پشت پر سیدھا بیٹھ گئے تو الحمد للہ کہا۔ پھر کہا سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف: 14-15) یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا جبکہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ پھر آپؓ نے تین مرتبہ الحمد للہ اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے یہ دعا پڑھی کہ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ یعنی تُو پاک ہے یقیناً مَیں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ پھر آپؓ مسکرائے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپؓ کس وجہ سے مسکرائے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تھا جس طرح میں نے کیا ہے۔ پھر آپؐ مسکرائے تھے اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپؐ کس وجہ سے مسکرائے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: یقیناً تیرا رب اپنے بندے سے بہت خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے۔ یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے تھے۔

(جامع الترمذی، ابواب الدعوات، بَاب مَا يَقُوْلُ إِذَا رَكِبَ دَابَّةً، حدیث 3446)

یَحْیٰ بن یَعْمُر سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت علی بن ابو طالبؓ نے خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد آپؓ نے فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ ان کے نیک لوگ اور علماء انہیں اس بات سے منع نہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے تو انہیں قسما قسم کی سزاؤں نے پکڑ لیا۔ پس تم لوگ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو قبل اس کے کہ تم پر بھی ان جیسا عذاب آ جائے۔ یاد رکھو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا اور نہ تمہاری موت کو قریب کرے گا۔

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، جلد 3، صفحہ 132، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان 1998ء)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری عورت کے گھر میں تھے جس نے آپؐ کیلئے کھانا تیار کیا ہوا تھا، دعوت کی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارک باد دی۔ پھر آپؐ نے دوبارہ فرمایا ابھی تمہارے پاس، ایک جنتی آدمی آئے گا۔ اس پر حضرت عمرؓ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارکباد دی۔ پھر تیسری دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کھجور کے ایک چھوٹے سے پودے کے نیچے چھپائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اگر تُو چاہے تو یہ آنے والا علی ہو۔ پھر حضرت علیؓ داخل ہوئے تو ہم نے انہیں مبارکباد دی۔

(مسند احمد بن حنبل، جلد 5، صفحہ 107، مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث: 14604 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے اور وہ ہیں علیؓ، عمارؓ اور سلمانؓ۔ (المستدرک علی الصحیحین، جزء 3، صفحہ 348، کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر اسلام امیر المومنین علی، حدیث نمبر 4724، مطبوعہ دارالفکر 2002ء)

ابو عثمان نَہْدِی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کی ایک گلی سے گزر کر ایک باغ کے پاس پہنچے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ! یہ باغ کس قدر خوبصورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لیے جنت میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت باغ ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، جزء 3، صفحہ 349-350، کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر اسلام امیر المومنین علی، حدیث نمبر 4730، مطبوعہ دارالفکر 2002ء)

حضرت عَمَّار بن یَاسِرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے علی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ایسی خوبی عنایت کی ہے کہ اس سے بہتر خوبی اس نے اپنے بندوں کو عطا نہیں کی اور وہ ہے دنیا سے بے رغبتی۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ نہ تم دنیا میں سے کچھ لیتے ہو نہ دنیا تم میں سے کچھ لیتی ہے یعنی تمہیں دنیا کی، دنیا کی چیزوں کی کوئی خواہش نہیں ہے اور نہ ہی دنیا کی خواہش رکھنے والے لوگ تم سے کوئی تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔ نیز تجھے اللہ تعالیٰ نے مساکین کی محبت عطا کی ہے وہ تم کو اپنا امام بنا کر خوش ہیں اور تم ان کو اپنا پیروکار بنا کر خوش ہو۔ پس خوشخبری ہو اس شخص کو جو تم سے محبت کرے اور تمہارے بارے میں سچ بولے اور ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے خلاف جھوٹ بولے۔ وہ لوگ جو تم سے محبت رکھتے ہیں اور تمہارے بارے میں سچ بولتے ہیں وہ جنت میں تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل میں تمہارے ساتھی ہوں گے اور جو لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور تم پر جھوٹ باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمہ لے رکھی ہے کہ قیامت کے دن وہ انہیں سخت جھوٹوں کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑا کرے گا۔ (اسد الغابہ لمعرفۃ الصحابہ لابن اثیر، جلد 4، صفحہ 96، 97، ذکر علی بن ابی طالب، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں جس درجہ میں مَیں ہوں گا اس میں علیؓ اور فاطمہؓ ہوں گے۔‘‘ (برکات خلافت، انوار العلوم، جلد 2، صفحہ 254)

حضرت علیؓ کے عشرہ مبشرہ میں ہونے کے بارے میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی دنیا میں جنت کی خوشخبری ملی۔ حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں 9/لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی یہی کہوں یعنی گواہی دوں تو گناہگار نہیں ہوں گا۔ کہا گیا کہ وہ کیسے تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرا اے حرا! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہے۔ کسی نے پوچھا وہ دس جنتی لوگ کون ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں اور کہا گیا کہ دسواں کون ہے؟ تو حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا: وہ مَیں (ہوں)

(سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی الاعور واسمہ سعید بن زَید، حدیث 3757)

یہ واقعہ جو بیان کرنے لگا ہوں یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لیکن نفس پر قابو رکھنے اور انانیت کو دور کرنے کے ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اس لیے مَیں یہاں دوبارہ یہ بیان کر رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک دشمن سے لڑتے تھے اور محض خدا کیلئے لڑتے تھے۔ آخر حضرت علیؓ نے اس کو اپنے نیچے گرا لیا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اس نے جھٹ حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپؓ فوراً اس کی چھاتی پر سے اتر آئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ اب تک تو مَیں محض خدا تعالیٰ کیلئے تیرے ساتھ لڑتا تھا لیکن اب جبکہ تُو نے میرے منہ پر تھوک دیا ہے تو میرے اپنے نفس کا بھی کچھ حصہ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ پس مَیں نہیں چاہتا کہ اپنے نفس کیلئے تمہیں قتل کروں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے اپنے نفس کے دشمن کو دشمن نہیں سمجھا۔ ایسی فطرت اور عادت اپنے اندر پیدا کرنی چاہئے۔‘‘ آپؑ جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں۔ ’’اگر نفسانی لالچ اور اغراض کیلئے کسی کو دکھ دیتے اور عداوت کے سلسلوں کو وسیع کرتے ہیں تو اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی کیا بات ہو گی؟‘‘ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 105)

پھر آپؑ نے ایک اَور موقع پہ تفصیل سے بیان فرمایا اور اس پر مزید روشنی ڈالی۔ فرماتے ہیں کہ ’’جوش نفسانی اور للّٰہی جوش میں فرق کے واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے سبق حاصل کرو۔ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کا ایک کافر پہلوان کے ساتھ جنگ شروع ہوا۔ بار بار آپؓ اس کو قابو کرتے تھے وہ قابو سے نکل جاتا تھا۔ آخر اس کو پکڑ کر اچھی طرح سے جب قابو کیا اور اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قریب تھا کہ خنجر کے ساتھ اس کا کام تمام کر دیتے کہ اس نے نیچے سے آپؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے ایسا فعل کیا تو حضرت علیؓ اس کی چھاتی سے اٹھ کھڑے ہوئے

اوراس کوچھوڑ دیااورالگ ہوگئے۔اس پراس نے تعجب کیااور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؓ نے اس قدر تکلیف کے ساتھ پکڑااور میں آپؓ کا جانی دشمن ہوں اورخون کا پیاسا ہوں۔پھر باوجود ایسا قابو پا چکنے کے آپ نے مجھے اب چھوڑ دیا۔یہ کیابات ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں۔چونکہ تم دین کی مخالفت کے سبب مسلمانوں کودکھ دیتے ہواس واسطےتم واجب القتل ہواور میں محض دینی ضرورت کے سبب تم کو پکڑتا تھا۔لیکن جب تم نے میرے منہ پر تھوک دیااوراس میں مجھے غصہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ یہ اب نفسانی بات درمیان میں آگئی ہے۔اب اس کو کچھ کہنا جائز نہیں تا کہ ہمارا کوئی کام نفس کے واسطے نہ ہو۔جو ہو سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔جب میری اس حالت میں تغیر آئے گا اور یہ غصہ دور ہوجائے گا تو پھر وہی سلوک تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔اس بات کوسن کرکافر کے دل پرایسا اثر ہوا کہ تمام کفراسکے دل سے خارج ہوگیااوراس نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر اورکون سادین دنیامیں اچھا ہوسکتا ہے جس کی تعلیم کے اثر سے انسان ایسا پاک نفس بن جاتا ہے۔پس اس نے اسی وقت توبہ کی اور مسلمان ہوگیا۔‘‘ (ملفوظات،جلد9،صفحہ 219)

پس یہ ہے اصل تقویٰ جونتیجہ بھی دکھاتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی کم وبیش اس یہودی کی حضرت علیؓ سے لڑائی کے واقعہ کواسی طرح بیان فرمایا ہے۔فرماتے ہیں کہ ’’حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک لڑائی میں شامل تھے۔ایک بہت بڑا دشمن جس کا مقابلہ بہت کم لوگ کر سکتے تھے آپؓ کے مقابلہ پرآیااورکئی گھنٹے تک آپؓ کی اوراس یہودی پہلوان کی لڑائی ہوتی رہی۔آخرکئی گھنٹے کی لڑائی کے بعد آپؓ نے اس یہودی کوگرالیااوراس کے سینہ پر بیٹھ گئےاورارادہ کیا کہ خنجر سے اسکی گردن کاٹ دیں کہ اچانک اس یہودی نے آپؓ کے منہ پرتھوک دیا۔آپ فوراً اسے چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہوگئے اوروہ یہودی سخت حیران ہوا اور کہنے لگا یہ عجیب بات ہے کہ کئی گھنٹے کی کشتی کے بعد آپ نے مجھے گرایا ہے اوراب یکدم مجھے چھوڑکر الگ ہوگئے ہیں۔یہ آپ نے کیسی بیوقوفی کی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے بیوقوفی نہیں کی بلکہ جب میں نے تمہیں گرایا اورتم نے میرے منہ پرتھوک دیا تو یکدم میرے دل میں غصہ پیدا ہوا کہ اس نے میرے منہ پرکیوں تھوکا ہے مگرساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ اب تک تو میں جو کچھ کررہا تھا خدا کیلئے کررہا تھا اگر اس کے بعد مَیں نے لڑائی جاری رکھی تو تیرا خاتمہ میرے نفس کے غصہ کی وجہ سے ہوگا۔‘‘یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس یہودی کوختم کرنا میرے ذاتی غصہ کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے’’خدا کی رضا کیلئے نہیں ہوگا۔اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس وقت میں تجھے چھوڑ دوں۔جب غصہ جاتا رہے گاتو پھرخدا کیلئے مَیں تجھے گرالوں گا۔‘‘

(احمدیت دنیامیں اسلامی تعلیم وتمدن......،انوارالعلوم،جلد16،صفحہ 132)

باقی ان شاءاللہ آئندہ بیان ہوگا۔

اس وقت میں ایک اَور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔آج نئے سال کا پہلا دن ہےاور پہلا جمعہ ہے۔دعا کریں کہ یہ سال جماعت کیلئے، دنیا کیلئے، انسانیت کیلئے بابرکت ہو۔ہم بھی اپنا فرض ادا کرتے ہوئے پہلے سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے اوراپنی عبادتوں کے معیار بڑھانے والے ہوں اور دنیاوالےبھی اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے بن جائیں اورایک دوسرے کے حقوق کو پامال کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے بن جائیں ورنہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رنگ میں دنیا والوں کوان کے فرائض کی طرف توجہ دلاتا ہے۔کاش کہ ہم اوردنیا کے تمام لوگ اس اہم نکتے کوسمجھ جائیں اوراپنی دنیا وعاقبت سنوارسکیں۔

گذشتہ ایک سال سے ہم ایک نہایت خطرناک وبائی مرض کا سامنا کررہے ہیں اوردنیا کا کوئی ملک بھی اس وبا سے باہرنہیں ہے،کہیں کم اورکہیں زیادہ،لیکن لگتا ہے کہ اکثریت دنیا کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دینا چاہتی کہ کہیں یہ وبا اللہ تعالیٰ کی طرف سےہمیں اپنے حقوق وفرائض کی طرف توجہ دلانے کیلئے نہ ہو۔یہ نہیں سوچنا چاہتے۔یہ تونہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہلانا چاہتا ہے، بتانا چاہتا،توجہ دلانا چاہتا ہے۔اس طرف کسی کی سوچ نہیں ہے۔

چند ماہ پہلے میں نے بہت سے سربراہان حکومت کواس طرف توجہ دلانے کیلئے خطوط لکھے تھےاورکووڈ کے حوالے سے سمجھانے کی کوشش کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ یہ آفات خداتعالیٰ کی طرف سے اپنے حقوق وفرائض بھولنےاورادانہ کرنے بلکہ ظلم میں بڑھنے کی وجہ سے آتی ہیں اس لیےتوجہ کریں۔بعض سربراہان نے جواب بھی دیےلیکن ان کے دنیاداری والے جواب تھے کہ ہم بھی یہی چاہتے ہیں (دنیا کی نظرسے اُبالی باتیں کیں، دین والی بات نہیں کی۔خدا کا بہت بڑا خانہ جو بیچ میں تھااور میں نے بیان کیا تھا اس کا ذکرہی نہیں کیا) اورضرورایسا ہونا چاہیےلیکن نہ اپنی حالتوں کو بدلنے کی طرف عملی قدم اٹھانا چاہتے ہیں یہ لوگ، نہ قوم کے ہمدرد بن کرقوم کواصل مقصد کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔یہ جاننے کے باوجود کہ اس وبا کے بعد کے اثرات بہت خطرناک ہوں گے،یہ دنیا کے ہرلیڈرکو پتہ ہے، ہرعقل مندانسان کو پتہ ہے، ہرتجزیہ نگارکو یہ پتہ ہےلیکن اسکے باوجود اصل حل کی طرف توجہ نہیں ہےصرف دنیا کی جوکوششیں ہیں اسی کی طرف توجہ ہے۔

اس بیماری سے نہ صرف انفرادی طورپر ہرفرد معاشی لحاظ سے کمزورہورہاہے،صحت کے لحاظ سے جوہورہے ہیں وہ تو ہورہے ہیں جومتاثرین ہیں۔لیکن عمومی طور پر ہرایک معاشی لحاظ سے بھی متاثر ہورہا ہے بلکہ بڑی بڑی امیر حکومتوں کی معیشتوں کی بھی کمریں ٹوٹ رہی ہیں۔دنیاداروں کے پاس اس کا صرف ایک حل ہے کہ پھر جب ایسی صورتحال ہوجائے گی، جب معیشت تباہ ہوجائے گی تو دوسرے چھوٹے ملکوں کی معیشتوں پرقبضہ کیا جائے، ان کوکسی طرح اپنے جال میں پھنسایا جائے، اپنے دام میں لایا جائے اور پھر بہانے بہانے سے انکی دولتوں پرقبضہ کیا جائے۔اس کیلئے بلاک بنیں گے اوربن رہے ہیں۔سرد جنگ دوبارہ شروع ہوجائے گی اوراب کہا جانے لگا ہے کہ شروع ہوگئی ہےایک طرح سے اورکوئی بعید نہیں کہ اصل ہتھیاروں کی جنگ بھی ہوجائے جونہایت خوفناک جنگ ہوگی۔پھر یہ لوگ ایک اَور گہرے کنویں میں گر جائیں گے۔غریب ملک تو پہلے ہی پسے ہوئے ہیں امیر ملکوں کےعوام بھی پسیں گےاوربڑی خوفناک حدتک پسیں گے۔

پس اس سے پہلے کہ دنیااس حالت کو پہنچےہمیں اپنا فرض ادا کرتے ہوئے دنیا کوہوشیار کرنا چاہئے۔پس یہ سال مبارکبادوں کا سال اُس وقت بنے گا جب ہم اپنے فرائض کواس نہج پرادا کرنے والے ہوں گے کہ لوگوں کوسمجھائیں، دنیا کوسمجھائیں اورظاہرہے کہ یہ سب کرنے کیلئےہمیں اپنی حالتوں کے بھی جائزے لینے ہوں گے۔ہم جوزمانے کے امام مسیح موعود اورمہدی معہود کو ماننے والے ہیں کیا ہماری اپنی حالتیں ایسی ہوچکی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ خالصۃً للہ اسکے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے والے ہیں یا ابھی ہمیں اپنی اصلاح کرنے اورایک دوسرے سے پیارومحبت کے جذبات کوغیرمعمولی معیاروں تک لانے کی ضرورت ہے۔پس ہراحمدی کوغورکرنا چاہیے کہ اسکے سپرد ایک بہت بڑا کام کیا گیاہےاوراسکے سرانجام دینے کیلئے پہلے اپنے اندرپیاراورمحبت اور بھائی چارے کی فضا کوپیدا کریں، اپنے معاشرے میں، احمدی معاشرے میں اورپھر دنیا کواس جھنڈے کے نیچے لائیں جوحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا تھااور جواللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا ہے۔تبھی ہم اپنی بیعت کے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں،تبھی ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے بن سکتے ہیں، تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوسکتے ہیں اور تبھی ہم نئے سال کی مبارکباد دینے کےاور لینے کے مستحق قرار دیے جاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہراحمدی مرد،عورت، جوان، بچہ، بوڑھا اس بات کوسمجھتے ہوئے یہ عہد کرے کہ اس سال میں نے دنیامیں ایک انقلاب پیدا کرنے کیلئے اپنی تمام ترصلاحیتوں کواستعمال کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ ہرایک احمدی کواسکی توفیق عطا فرمائے۔

آج کل پاکستان کے احمدیوں کیلئے اورالجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی طرف بھی میں توجہ دلارہا ہوں۔ان کو اپنی دعاؤں میں بھی یادرکھیں۔پاکستان میں بعض جگہ بعض مولوی اورسرکاری اہلکار ظلموں پراترے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے ناقابل اصلاح لوگوں کی جلد پکڑ کے سامان کرے۔اللہ تعالیٰ کے توعلم میں ہے کن کی اصلاح ہونی ہےاور کن کی نہیں ہونی۔جن کی نہیں ہونی تو پھران کی جلد پکڑ کے سامان پیدا فرمائے۔توہین رسالت کے جس قانون کے تحت یہ لوگ احمدیوں پرظلم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اوراحمدیوں کی اپنی تربیت کیلئے جوبھی ہمارے بعض ذرائع ہیں ہرذریعہ پر پابندی لگانے کی کوشش کررہے ہیں، اس کو اللہ تعالیٰ جلد ان سے دُور فرمائے اور ہمیں ان سے نجات دلائے۔اصل میں تو رحمۃ للعالمین کے نام کو یہ بدنام کرنے والے لوگ ہیں۔احمدی تو ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے والے ہیں۔آج دنیا کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لانے والے سب سے زیادہ کام بلکہ حقیقی کام احمدی کررہے ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ اگرکوئی یہ کام کررہا ہےتو وہ صرف احمدی ہیں۔

پس یہ دنیادار دنیاوی حکومت اوردولت کے بل بوتے پرہم پرظلم توکرسکتے ہیں لیکن یہ یادرکھیں کہ ہم اس خدا کو ماننے والے ہیں جو نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ ہے۔وہ خدا ہے جو نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی ہےاور نِعۡمَ النَّصِیۡرُ ہے۔یقیناً اسکی مدد آتی ہےاورضرور آتی ہےاوراس وقت پھران دنیاداروں اوراپنے زعم میں طاقت اورثروت رکھنے والے جو لوگ ہیں ان کی پھرخاک بھی نظرنہیں آتی جب اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت آتی ہے۔پس ہمارا کام ہے کہ دعاؤں سے اپنی عبادتوں کومزید سجائیں اوراگرہم یہ کرلیں گےتو پھرہی ہم کامیاب ہیں۔

الجزائر کے بارے میں مَیں نے کہا تھا کہ سب کو بری کردیا گیا ہے۔وہاں ایک کورٹ نے، ایک عدالت نے سب کو بری کیا تھا۔دوسرے نے بھی معمولی جرمانہ کرکے تقریباً ساروں کو فارغ کردیا لیکن اسکے باوجود بھی وہاں ابھی کچھ لوگ ہیں جوجیل میں اسیر ہیں۔ان کیلئے بھی دعا کریں کہ ان کی جلد رہائی کے سامان ہوں۔پاکستان کے اسیروں کی رہائی کیلئے بھی دعا کریں۔ہماری خوشیاں چاہے وہ سال کے شروع کی ہوں یا عید کی، اصل تو اس وقت ہوں گی جب ہم دنیامیں ہرطرف اللہ تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا لہرانے والے بنیں گے جسے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔خوشیاں اس وقت ہوں گی جب انسانیت انسانی قدروں کو پہچاننے والی بنے گی۔جب آپس کی نفرتیں محبتوں میں بدل جائیں گی۔اللہ تعالیٰ اس خوشی کے سامان بھی ہمیں جلد پہنچائے۔مسلم امہ کوبھی عقل دے کہ وہ آنے والے مسیح موعود اورمہدی معہود کو مان لیں۔دنیا کوبھی عقل دے کہ وہ اللہ تعالیٰ اوراسکے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔اللہ تعالیٰ ہرملک میں ہراحمدی کواپنی حفظ وامان میں رکھےاور یہ سال ہراحمدی کیلئے، ہر انسان کیلئے رحمتوں اور برکتوں کا سال بن کرآئے اور جوکوتاہیاں اورکمیاں گزشتہ سالوں میں ہم سے ہوگئیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنیں یا ہمیں بعض انعاموں سے محروم رکھنے کا باعث بنیں ان سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائے اور اپنے انعاموں کا اورفضلوں کا وارث بنائے اورہم حقیقی مومن بن جائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ (الذاریات:57)

ترجمہ۔اور میں نے جنّ وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

طالب دُعا:نورالہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القمر:18)

ترجمہ:اور یقیناً ہم نے قرآن کونصیحت کی خاطر آسان بنادیا ہے۔پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟

طالب دعا : صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

جنگ کے متعلق اِسلام کی تعلیم (بقیہ حصہ)

(10) اگر کوئی قیدی ایسے ہوں جن کا بدلہ دینے والا کوئی نہ ہو یا اُن کے رشتہ دار اُن کے اموال پر قابض ہونے کیلئے یہ چاہتے ہوں کہ وہ قید ہی رہیں تو اچھا ہے تو اُن کے متعلق فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ یعنی تمہارے جنگی قیدیوں میں سے ایسے لوگ جن کو نہ تم احسان کر کے چھوڑ سکتے ہو اور نہ اُن کی قوم نے اُن کا فدیہ دے کر اُنہیں آزاد کروایا ہے اگر وہ تم سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں آزاد کر دیا جائے ہم اپنے پیشہ اور ہنر کے ذریعہ سے روپیہ کما کر اپنے حصہ کا جرمانہ ادا کر دیں گے تو اگر وہ اس قابل ہیں کہ آزادانہ روزی کما سکیں تو تم ضرور اُنہیں آزاد کر دو بلکہ اُن کی کوشش میں خود بھی حصہ دار بنو اور خدا نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس میں سے کچھ روپیہ اُن کے آزاد کرنے میں صرف کر دو یعنی اُن کے حصہ کا جو جنگی خرچ بنتا ہے، یا اُس میں سے کچھ مالک چھوڑ دے یا دوسرے مسلمان مل کر اُس قیدی کی مالی امداد کریں اور اُسے آزاد کرائیں۔

یہ وہ حالات ہیں جن میں اسلام جنگ کی اجازت دیتا ہے اور یہ وہ قواعد ہیں جن کے ماتحت اسلام جنگ کی اجازت دیتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم کی اِن آیات کی روشنی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مزید تعلیمات مسلمانوں کو دیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ کسی صورت میں مسلمانوں کو مثلہ کرنے کی اجازت نہیں، یعنی مسلمانوں کو مقتولین جنگ کی ہتک کرنے یا اُن کے اعضاء کاٹنے کی اجازت نہیں ہے۔

2۔ مسلمانوں کو کبھی جنگ میں دھوکا بازی نہیں کرنی چاہئے۔

3۔ کسی بچے کو نہیں مارنا چاہئے اور نہ کسی عورت کو۔

4۔ پادریوں، پنڈتوں اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کو قتل نہیں کرنا چاہئے۔

5۔ بڈھے کو نہیں مارنا چاہئے، بچے کو نہیں مارنا چاہئے، عورت کو نہیں مارنا چاہئے اور ہمیشہ صلح اور احسان کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

6۔ جب لڑائی کیلئے مسلمان جائیں تو اپنے دشمنوں کے ملک میں ڈر اور خوف پیدا نہ کریں اور عوام الناس پر سختی نہ کریں۔

7۔ جب لڑائی کیلئے نکلیں تو ایسی جگہ پر پڑاؤ نہ ڈالیں کہ لوگوں کیلئے تکلیف کا موجب ہو اور کوچ کے وقت ایسی طرز پر نہ چلیں کہ لوگوں کیلئے رستہ چلنا مشکل ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا سختی سے حکم دیا ہے کہ فرمایا جو شخص اِن احکام کے خلاف کرے گا اُس کی لڑائی اُس کے نفس کیلئے ہوگی خدا کیلئے نہیں ہوگی۔

8۔ لڑائی میں دشمن کے منہ پر زخم نہ لگائیں۔

9۔ لڑائی کے وقت کوشش کرنی چاہئے کہ دشمن کو کم سے کم نقصان پہنچے۔

10۔ جو قیدی پکڑے جائیں اُن میں سے جو قریبی رشتہ دار ہوں اُن کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا جائے۔

11۔ قیدیوں کے آرام کا اپنے آرام سے زیادہ خیال رکھا جائے۔

12۔ غیر ملکی سفیروں کا ادب اور احترام کیا جائے۔ وہ غلطی بھی کریں تو اُن سے چشم پوشی کی جائے۔

13۔ اگر کوئی شخص جنگی قیدی کے ساتھ سختی کر بیٹھے تو اس قیدی کو بِلا معاوضہ آزاد کر دیا جائے۔

14۔ جس شخص کے پاس کوئی جنگی قیدی رکھا جائے وہ اُسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور اُسے وہی پہنائے جو خود پہنے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہی احکام کی روشنی میں مزید یہ حکم جاری فرمایا کہ عمارتوں کو گراؤ مت اور پھلدار درختوں کو کاٹو مت۔

اِن احکام سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اسلام نے جنگ کے روکنے کیلئے کیسی تدابیر اختیار کی ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس عمدگی کے ساتھ اِن تعلیمات کو جامہ پہنایا اور مسلمانوں کو اِن پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ نہ موسیٰؑ کی تعلیم اِس زمانہ میں عدل کی تعلیم کہلا سکتی ہے نہ وہ اِس زمانہ میں قابل عمل ہے اور نہ مسیحؑ کی تعلیم اِس زمانہ میں قابلِ عمل کہلا سکتی ہے اور نہ کبھی عیسائی دنیا نے اِس پر عمل کیا ہے۔ اسلام ہی کی تعلیم ہے جو قابل عمل ہے اور جس پر عمل کر کے دنیا میں امن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

بیشک اس زمانہ میں مسٹر گاندھی نے دنیا کے سامنے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جنگ کے وقت بھی جنگ نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن جس تعلیم کو مسٹر گاندھی پیش کر رہے ہیں اُس پر دنیا میں کبھی عمل نہیں ہوا کہ ہم اُس کی بُرائی اور خوبی کا اندازہ کر سکیں۔ مسٹر گاندھی کی زندگی میں ہی کانگرس کو حکومت مل گئی ہے اور کانگرسی حکومت نے فوجوں کو ہٹایا نہیں بلکہ وہ یہ تجویزیں کر رہی ہے کہ آئی۔ این۔ اے کے وہ افسر جو برطانوی گورنمنٹ نے ہٹا دیئے تھے اُن کو دوبارہ فوج میں ملازم رکھا جائے۔ بلکہ کانگرسی حکومت کے ہندوستان میں قائم ہونے کے سات دن کے اندر وزیرستان کے علاقہ میں نہتے آدمیوں پر ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بم گرائے گئے ہیں۔ خود گاندھی جی تشدد کرنے والوں کی تائید اور اُن کے چھوڑ دینے کے حق میں گورنمنٹ پر ہمیشہ زور دیتے رہے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ گاندھی جی نہ اُن کے پیرو اِس تعلیم پر عمل کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسی معقول صورت دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ قوموں اور ملکوں کی جنگ میں اس تعلیم پر کس طرح کامیاب طور پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ منہ سے اِس تعلیم کا وعظ کرتے ہوئے اُس کے خلاف عمل کرنا بتاتا ہے کہ اِس تعلیم پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ پس اِس وقت تک دنیا کا تجربہ ہے اور عقل جس حد تک انسان کی راہنمائی کرتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی طریقہ صحیح تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

کفار کی طرف سے جنگ خندق کے بعد مسلمانوں پر حملے

احزاب سے واپس لوٹنے کے بعد گو کفار کی ہمتیں ٹوٹ چکی تھیں اور اُن کے حوصلے پست ہو گئے تھے، لیکن اُن کا یہ احساس باقی تھا کہ ہم اکثریت میں ہیں اور مسلمان تھوڑے ہیں اور وہ سمجھتے تھے کہ جہاں جہاں بھی ہوگا ہم مسلمانوں کو اِکّا دُکّا پکڑ کر مار سکیں گے اور اِس طرح اپنی ذلّت کا بدلہ لے سکیں گے۔ چنانچہ احزاب کی شکست کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مدینہ کے اِردگرد کے قبائل نے مسلمانوں پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ فزارہ قوم کے کچھ سواروں نے مدینہ کے قریب چھاپہ مارا اور مسلمانوں کے اُونٹ جو وہاں چر رہے تھے اُن کے چرواہے کو قتل کیا، اُس کی بیوی کو قید کر لیا اور اُونٹوں سمیت بھاگ گئے۔ قیدی عورت تو کسی نہ کسی طرح بھاگ آئی لیکن اُونٹوں کا ایک حصہ لے کر بھاگ جانے میں دشمن کامیاب ہو گیا۔ اس کے ایک مہینہ بعد شمال کی طرف غطفان قبیلہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے اُونٹوں کے گلوں کو لوٹنے کی کوشش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہؓ کو دس سواروں سمیت حالات کے معلوم کرنے اور گلوں کی حفاظت کرنے کیلئے بھجوایا مگر دشمن نے موقع پا کر اُنہیں قتل کر دیا۔ محمد بن مسلمہ کو بھی وہ اپنی طرف سے قتل کر کے پھینک گئے تھے لیکن اصل میں وہ بیہوش تھے دشمن کے چلے جانے کے بعد وہ ہوش میں آئے اور مدینہ پہنچ کر ان حالات کی اطلاع دی اور بتایا کہ میرے سب ساتھی مارے گئے اور صرف میں بچا ہوں۔

کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سفیر جو رومی حکومت کی طرف بھجوایا گیا تھا اُس پر جرہم قوم نے حملہ کیا اور اُسے لوٹ لیا۔ اس کے ایک مہینہ بعد بنو فزارہ نے مسلمانوں کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور اسے لوٹ لیا۔ غالباً یہ حملہ کسی مذہبی عداوت کی وجہ سے نہیں تھا کیونکہ بنو فزارہ ڈاکوؤں کا ایک قبیلہ تھا جو ہر قوم کے آدمیوں کو لوٹتے اور قتل کرتے رہتے تھے۔ اُس زمانہ میں خیبر کے یہودی بھی جو جنگ احزاب کا موجب ہوئے تھے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اِدھر اُدھر کے قبائل کو بھڑکاتے رہے اور رومی حکومت کے سرحدی علاقوں کے افسروں اور قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف جوش دلاتے رہے۔ غرض کفارِ عرب کو مدینہ پر حملہ کرنے کی تو ہمت نہ رہی تھی تاہم وہ یہود کے ساتھ مل کر سارے عرب میں مسلمانوں کیلئے مصیبتوں اور لوٹ مار کے سامان پیدا کر رہے تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک کفار کے ساتھ آخری لڑائی لڑنے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور آپ اس انتظار میں تھے کہ اگر صلح کے ساتھ یہ خانہ جنگی ختم ہو جائے تو اچھا ہے۔

(باقی آئندہ)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 159 تا 164 مطبوعہ قادیان 2014ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یارب ہے تیرا احساں میں تیرے در پہ قرباں
تو نے دیا ہے ایماں، تو ہر زماں نگہباں
تیرا کرم ہے ہر آں تو ہے رحیم و رحماں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے۔رضی اللہ عنہ)

(روایت نمبر 157 بقیہ) آٹھویں وجہ یہ ہے کہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کمزور لوگ خواہ جماعت میں بہت ہی تھوڑے ہوں مگر زیادہ نظر آتے ہیں کیونکہ بدی آنکھ میں کھٹکتی ہے اور نیکی بوجہ لطافت کے سوائے لطیف حس کے عموماً محسوس نہیں ہوتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہزاروں میں اگر پانچ دس بھی شریر ہوں تو عموماً لوگوں کو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا اکثر شریر ہی ہیں اور بھلے مانس کم ہیں کیونکہ شریر اپنی شرارت کی وجہ سے نمایاں ہو جاتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کی نظر فوراً اٹھتی ہے۔ دیکھو آنکھ میں ہوا ہر وقت بھری رہتی ہے مگر آنکھ اسے محسوس نہیں کرتی لیکن اگر اس میں ایک چھوٹا سا تنکا بھی پڑ جاوے تو قیامت برپا کر دیتا ہے لیکن جب وہ وقت گزر جاتا ہے یعنی وہ جماعت فوت ہو جاتی ہے تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ گویا آنکھ کا تنکا نکل گیا اور صرف لطیف اور خنک ہوا آنکھ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے باقی رہ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے سامنے ایک دفعہ ایک شخص نے اعتراض کیا کہ قادیان کے احمدیوں میں سے اکثر لوگ برے ہیں میں نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں میں خوب جانتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ اکثر کا برا ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کم از کم ساٹھ ستر فی صدی تو برے ہوں گے۔ اس نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ ہیں میں نے اس سے کہا کہ منہ سے کہہ دینا آسان ہے مگر ثابت کرنا مشکل ہے تم مجھے صرف دس فی صدی بتادو چلو پانچ فی صدی بتادو اور میں تمہیں یہ یہ انعام دوں گا مگر وہ ایک شرمندہ انسان کی طرح ہنس کر خاموش ہو گیا اگر اس طرح منہ سے کہہ دینا ہی کافی ہو تو مشرکین اور یہود بھی صحابہ کرام کے متعلق کیا کچھ نہ کہتے ہوں گے۔

نویں وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تو منافق ہوتے تھے لیکن احمدیوں میں منافق کوئی نہیں بلکہ جو بھی احمدی کہلاتا ہے وہ سچا مومن ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ جس طرح صحابہ کے زمانہ میں منافق ہوتے تھے اسی طرح اب بھی ہیں اور یہ خیال کہ وہ تلوار کا زمانہ تھا اس لئے اس میں نفاق ممکن تھا لیکن اس آزادی کے زمانہ میں نفاق نہیں ہو سکتا ایک نادانی کا خیال ہے۔ کیونکہ اول تو اس سے نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ اس وقت گویا اسلام کیلئے اکراہ ہوتا تھا جو ایک بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ دوسرے اگر بفرض محال تلوار کا ڈر بھی تو پھر کیا دنیا میں بس صرف تلوار ہی ایسی چیز رہ گئی ہے جو طبائع پر دباؤ ڈال سکے کیا کوئی اور ایسی چیز نہیں جو کمزور انسان کو خلاف ضمیر کرنے پر آمادہ کر دے۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جتنا نفاق آج کل روزمرہ کی زندگی میں دیکھا جاتا ہے ایسا شاید ہی کسی گزشتہ زمانہ میں ہوا ہو۔ غرض یہ غلط ہے کہ آج کل منافق نہیں ہوتے اور ہم عملاً دیکھ رہے ہیں کہ احمدی کہلانے والوں میں بھی منافق پائے جاتے ہیں جن میں سے کسی نے کسی وجہ سے نفاق اختیار کیا ہے تو کسی نے کسی وجہ سے۔ تو اب جب کہ احمدیوں میں بھی منافق موجود ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مسلمان کہلانے والوں میں اگر ہم کو کوئی برے نمونے نظر آویں تو ہم ان کو منافق کہہ کر صحابہ کو ان سے الگ کر لیں لیکن احمدی کہلانے والوں میں سے جو لوگ احمدیت کی تعلیم کے خلاف نمونہ رکھتے ہیں اور اپنی روش پر عملاً مصر ہیں ان کو ہم منافق نہ سمجھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شمار کریں اور اس طرح ظلم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو بدنام کریں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ جس شخص سے بھی کمزوری سرزد ہوتی ہے وہ منافق ہے۔ حاشا وکلا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب جماعت میں منافق بھی موجود ہیں تو ہر اس شخص کو جس کا طریق احمدیت کی تعلیم کے خلاف ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے خواہ نخواہ مومنین کی جماعت میں نہ سمجھنا چاہئے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم اس اصول کے ماتحت افراد کے متعلق کوئی حکم لگائیں کیونکہ یہ طریق فتنہ کا موجب ہے۔ مگر ہاں بحیثیت مجموعی جماعت کے متعلق رائے لگاتے ہوئے اس اصول کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے۔

دسویں وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ تو دوسرے مسلمانوں سے صاف ممتاز نظر آرہے ہیں کیونکہ تدوین تاریخ سے ہم کو ابتدائی مسلمانوں کے متعلق یہ علم حاصل ہو چکا ہے کہ یہ صحابی ہے یا نہیں لیکن یہاں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی اور غیر صحابی سب ملے جلے ہیں اور سوائے خاص خاص لوگوں کے عام طور پر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ فلاں احمدی حضرت مسیح موعودؑ کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں اور اس میں دو طرح کا اشکال ہے یعنی اول تو عموماً لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ فلاں احمدی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کا احمدی ہے یا بعد کا پھر اگر یہ پتہ بھی ہو کہ وہ آپ کے زمانہ کا احمدی ہے تو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ آپ کا صحبت یافتہ ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ صحابی وہی کہلا سکتا ہے جو صحبت یافتہ ہو۔ ہر شخص جو نبی کے زمانہ میں ایمان لاتا ہے صحابی نہیں ہوتا چنانچہ دیکھ لو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریباً سارا عرب مسلمان ہو گیا تھا تو کیا سارے عرب صحابی بن گئے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ صحابی صرف وہی لوگ سمجھے جاتے تھے جنھوں نے آنحضرت ﷺ کی صحبت اٹھائی تھی اور اگر سب کو صحابی سمجھا جاوے تو وہ رائے جو اب ہم صحابہ کے متعلق رکھتے ہیں یقیناً اس مقام پر نہیں رہ سکتی جس پر کہ وہ اب ہے۔ پس صحابی صرف وہی ہے جس نے صحبت اٹھائی ہو مگر یہاں نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے سب احمدی ملے جلے ہیں اور لوگوں کو ان کے درمیان کسی امتیاز کا علم نہیں بلکہ آپ کی وفات کے بعد احمدی ہونے والے بھی ان کے ساتھ مخلوط ہیں۔ اندریں حالات حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے متعلق جب تک ان کا الگ علم نہ ہو کس طرح کوئی رائے لگائی جاسکتی ہے یا موجودہ جماعت کی عام حالات سے صحابہ مسیح موعودؑ کے متعلق کس طرح استدلال ہو سکتا ہے۔ ہاں جب تاریخی رنگ میں حالات جمع ہوں گے اور صحابہ مسیح موعودؑ کی جماعت ممتاز نظر آئے گی تو پھر حالت کا اندازہ ہو سکے گا۔

گیارہویں وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس واسطے جماعت احمدیہ کے متعلق بدظنی کے مرتکب ہوجاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے بعض اوقات جماعت کی کمزوریوں کا اظہار کیا ہے۔ اور جماعت کو اس کی حالت پر زجر و توبیخ کی ہے مگر یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔ کیونکہ جس طرح واعظ کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ لوگوں کے خاص خاص کارنامے چن کر موثر پیرایہ میں لوگوں کو سنائے تا ان کو نیکی کی تحریک ہو۔ اسی طرح اس کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطبوں کی کمزوریوں کو کھول کھول کر بیان کرے تا ان کو اپنی کمزوری کا احساس ہو اور وہ ترقی کی کوشش کریں۔ واعظ عموماً اپنے مخاطبین کی خوبیوں کا ذکر نہیں کرتا بلکہ کمزوریوں کو لیتا ہے اور ان کو بھی ایسے رنگ میں بیان کرتا ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ابھی ان کی حالت بالکل ناقابل اطمینان ہے تا وہ اپنی اصلاح کی بڑھ چڑھ کر کوشش کریں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خط عبدالحکیم خان مرتد کو لکھا اس میں آپ نے اس نقطہ کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ ”میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کیلئے ترغیب دیتا ہوں اور انکی نیکیاں ان کو نہیں سناتا مگر دل میں خوش ہوں۔“

حدیث سے پتہ لگتا ہے کہ عام طور پر آنحضرت ﷺ کا بھی یہی طریق تھا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت خلیفہ اول، حضرت خلیفۃ ثانی رضی اللہ عنھما یا بعض دیگر بزرگان سلسلہ کے بعض بیانوں سے جماعت کے متعلق کوئی اس رنگ میں استدلال نہیں ہو سکتا جو جماعت کی شان کے منافی ہو۔ ہاں بعض بزرگوں کا میلان طبع جو اس طرف ہے کہ وہ ہمیشہ صرف کمزور پہلو پر ہی زور دیتے ہیں اور وہ بھی ضرورت سے زیادہ اور نامناسب طریق پر۔ یہ بھی خاکسار کی رائے میں درست طریق نہیں کیونکہ اس طرح جماعت اپنی نظروں میں آپ ذلیل ہو جاتی ہے اور اسکی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں۔ پس ان معاملات میں حکیمانہ طریق پر اعتدال کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا طریق تھا۔ یا اب حضرت خلیفہ ثانی کا طریق ہے۔ ایمانی ترقی کیلئے بیم و رجا کی درمیانی حالت ہی مناسب رہتی ہے۔

بارہویں وجہ یہ ہے کہ لوگ صحابہ کے متعلق تو یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے متعلق ان کو بزعم خود کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ مگر یہ بھی ایک دھوکہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کا مطالعہ کیا جاوے تو ان میں بھی آپ کے صحابہ کی بہت تعریف پائی جاتی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کسی الگ تعریف کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں صحابہ کی تعریف پائی جاتی ہے وہاں بنص صریح ”وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ“ (الجمعۃ: 4) یہ بھی تو بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں شامل ہیں۔ اور انہیں کا ایک حصہ ہیں اور اس آیت کی تفسیر خود حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب میں متعدد جگہ فرمائی ہے۔ چنانچہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 152 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ ’وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ‘ (الجمعۃ: 4) ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعودؑ کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہوں گے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت ﷺ سے فیض اور ہدایت پائیں گے۔ پس جب کہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔“

پھر حقیقۃ الوحی تتمہ صفحہ 67 پر فرماتے ہیں ”وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ“ یعنی آنحضرت ﷺ کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اسکی صحبت سے مشرف ہوں۔ اور اس سے تعلیم و تربیت پاویں پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا کہ وہ آنحضرت ﷺ کا بروز ہوگا۔ اس لئے اسکے اصحاب آنحضرت ﷺ کے اصحاب کہلائیں گے۔ اور جس طرح صحابہ رضی اللہ عنھم نے اپنے رنگ میں خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی تھیں وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔“

پس جب خداوند عالمیان جو عالم الکل ہے اور جس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں داخل کرتا ہے اور ان کی تعریف فرماتا ہے تو زید و بکر کو اس میں چہ میگوئی کرنے کا کیا حق ہے۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

تیرہویں وجہ یہ ہے جسے لوگ عموماً نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جماعت کی ترقی کیلئے ایک خاص طریق مقرر کر رکھا ہے اور قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی آہستہ آہستہ مقدر ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ...الایۃ (الفتح: 30) یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی اس پودے کی طرح ہے جو شروع شروع میں زمین سے اپنی کمزور پتیاں نکالتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب اعجاز المسیح صفحہ 123 پر تحریر فرماتے ہیں کہ ”فاشار موسٰی بقوله اشداء على الكفار الى الصحابة ادركوا صحبة نبينا المختار واشار عيسٰى بقوله كزرع اخرج شطأه الى قوم اٰخرين منهم و امامهم المسيح بل ذكر اسمه احمد بالتصريح۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے

باقی صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمائیں

ہراحمدی کو یادرکھنا چاہئے کہ آج ہم جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے فضل سے ہم ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں، آج اگر کوئی جماعت اس دنیا میں ہے جس میں وحدت نظر آتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے تو ہمیں ان برائیوں کو جو بنیادی برائیاں ہیں دُور کرنا ہوگا اوران کو دُور کرنا ضروری ہے اوران تمام نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

ہراحمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے تقویٰ پر چلتے ہوئے آپس کے تعلقات کو بھی مضبوط کرنا ہے، پیار محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہے ایک دوسرے کی غلطیوں اورلغزشوں کو بخشنا ہے، بدظنیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے تاکہ وہ وحدت پیش کرسکیں جس کیلئے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے اوراس انعام سے فیضیاب ہوسکیں جو خلافت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے تو اس وحدت کی برکت سے ہمیں نقصان پہنچانے کی دشمن کی ہر کوشش خود بخود ناکامیوں اور نامرادیوں میں بدل جائے گی

جلسہ سالانہ یو.کے 2008ء کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا افتتاحی خطاب، فرمودہ 25/جولائی 2008ء

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ- مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ- اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ- اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ- صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ-

وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَہُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِہٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (المائدہ:8)

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَخْشَ اللّٰہَ وَیَتَّقْہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ (النور:53)

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں ان میں سے ایک سورہ مائدہ کی آیت ہے اور دوسری سورۃ نور کی۔ دونوں آیات میں اطاعت اور تقویٰ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تقویٰ کا مضمون ایک ایسا مضمون ہے جس کا ذکر مختلف حوالوں سے بار بار قرآن کریم میں آتا ہے اور یہی ایک حقیقی اور انعام یافتہ مومن کا خاصہ ہے اور اس کے مومن ہونے کی نشانی ہے اور یہی چیز ہے جس کی روح اپنی جماعت میں پیدا کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسوں کا اہتمام فرمایا تھا۔ افراد جماعت سے آپ کو جلسہ کے نیک نتائج کی وجہ سے جو توقعات تھیں اس پر ہر احمدی غور کرتے ہوئے اس کی باریکیوں کو سامنے رکھتے ہوئے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے تبھی وہ اس معیار کا احمدی بن سکتا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بنانا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی جماعت کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کرلیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف بکلّی جھک جائیں اوران کے اندر خداتعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ اور وہ زُہد اور تقویٰ اور خداترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں دوسروں کیلئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو۔ اور دینی مہمات کیلئے سرگرمی اختیار کریں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 439، مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ معیار ہے جس کے پیدا کرنے کیلئے جلسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور یہ معیار ہے جس کے پیدا کرنے کیلئے آپ نے جلسے کا اہتمام فرمایا تھا۔ آخرت کی طرف بکلّی کون جھک سکتا ہے؟ وہی جو اس زندگی کو عارضی سمجھے۔ وہی جو تقویٰ میں بڑھنے والا ہو۔ وہی جو زُہد اختیار کرنے والا ہو اور جو اس زندگی کو عارضی ٹھکانہ سمجھنے والا ہو۔ جو اس زندگی کو عارضی سمجھے گا، جو تقویٰ میں ترقی کرے گا وہی اپنی عبادت کے بھی حق ادا کرے گا۔ ایک دوسرے سے پیار محبت کا سلوک کرنے والا ہوگا۔ ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہوگا۔ عاجزی اور انکسار اس میں پیدا ہوگا۔ مؤاخات میں دوسروں کیلئے نمونہ بننے والا ہوگا۔ بہت سے حقوق دوسروں کے انسان اس لئے مارتا ہے اور غصب کرتا ہے کہ عاجزی اور انکسار کی بجائے تکبر، خداترسی اور پرہیزگاری کی بجائے خود پسندی اور اپنا حق دوسروں پر فائق سمجھنا اور اس کیلئے ہر جائز ناجائز طریق اختیار کرنا اور یہانتک بڑھ جانا کہ راستبازی تو ایک طرف رہی، سچ سے بھی دُور ہٹ جانا اور جھوٹ اپنی ڈھال بنا لینا ان کا طریق ہو جاتا ہے۔ بجائے اسکے کہ وہ نمونہ بنیں جس کیلئے اس زمانہ کے امام کی بیعت میں شامل ہوئے دوریوں اور نفرتوں کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے اور پھر ایک انسان وہ مقصد جس کیلئے پہلے بے چین تھا، جس کے حصول کیلئے وہ دعائیں مانگا کرتا تھا اسے بھلا دیتا ہے۔ پھر ایسے لوگوں کا محور صرف اپنی ذات بن جاتی ہے یا اپنی اولاد یا اپنا خاندان ایسے لوگوں کا محور بن جاتا ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’اگر تم میری جماعت میں شامل ہوئے ہو اور اس لئے شامل ہوئے ہو کہ ان انعامات کے حقدار ٹھہرو جو جماعت کی ترقی سے وابستہ ہیں تو پھر یہ برائیاں تمہیں چھوڑنی پڑیں گی۔ پھر تمہیں ان راستوں پر چلنا ہوگا جو خداتعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستے ہیں۔ اپنے دل کو اُن خصوصیات کا حامِل بنانا ہوگا جو خداتعالیٰ کا خوف رکھنے والے کی ہیں۔ جو تقویٰ میں ترقی کرنے والا ہو۔ جس کیلئے جماعت کی عزّت اور غیرت اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے خاندان، اپنے مال، اپنی جائیداد سے زیادہ اہم ہو۔ جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ نظامِ خلافت سے بھی پیار، وفا اور محبت کا تعلق ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر مضبوطی سے کاربند ہو۔ جو آپس کی نفرتوں اور تفرقوں کو محبت اور پیار، اخوت اور بھائی چارے میں بدلنے والا ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ہمیشہ سامنے رکھنے والا ہو جس کا ذکر سورۃ آلِ عمران کی آیت 103 اور 104 میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:103) اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقویٰ کا حق ہے۔ اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

پھر فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ۔ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (آل عمران:104) یعنی اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو۔ اور اپنے اُوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ اور پھر اسکی نعمت سے تم بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہ کھڑے تھے تو اُس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم ہدایت پاجاؤ۔

ان آیات میں پہلے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ تقویٰ ایسا ہو جو اسکا حق ہے اور یہ حق عارضی طور پر قائم کرکے تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق نہیں بن جاؤ گے۔ بلکہ ایک دفعہ جب یہ عہد کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہوں اور قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کروں گا۔ پہلے جو غلطیاں ہوگئیں ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی بخشش کا طالب ہوں۔ اب زمانے کے امام کی بیعت میں آکر یہ عہد کرتا ہوں کہ مرتے دم تک تقویٰ پر چلوں گا تو یہ حقیقی تقویٰ ہے اور یہ حقیقی فرمانبرداری ہے کہ پھر اس عہد کو پورا کرے۔ قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے بارہ میں جو اس قدر احکامات دیئے ہیں تو اس لئے کہ پہلی قوموں کی تباہی، پہلے نبیوں کی اُمتوں کا بگڑ جانا تقویٰ کی کمی کی وجہ سے تھا۔ آج دیکھ لیں کوئی مذہب بھی تقویٰ پر قائم نہیں۔ حتیٰ کہ مسلمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے نافرمان ہیں وہ بھی باوجود اصل تعلیم کے موجود ہونے کے تقویٰ سے دُور ہیں۔ اسلام کیونکہ آخری شرعی دین ہے، وہ تعلیم ہے جس پر دین مکمل ہوگیا اور اب قیامت تک کوئی نئی تعلیم اور نئی شریعت نہیں آنی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جہاں اس شرعی کتاب کو اصلی حالت میں محفوظ رکھے وہاں اس پر عمل کروانے کیلئے مختلف زمانوں میں ایسے افراد اور مجدّد بھیجتا رہا جو دین پر عمل کرنے والے اور سمجھنے والے تھے۔ اور اس زمانے میں حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کو اس دُنیا میں بھیجا تاکہ وہ اُن راہوں کی صحیح طرح سے تعیین کرکے ہمیں دکھائے۔ اُن پر مسلسل ہمیں بُلاتا رہے جو تقویٰ کی راہیں ہیں۔ پس آج ہر اُس شخص کا فرض ہے جو اپنے آپ کو زمانے کے امام سے منسوب کرتا ہے کہ تقویٰ پر چلے کیونکہ تقویٰ پر چل کر ہی ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق بنیں گے۔

پس ہمیں اس کا اہل بننے کیلئے اللہ تعالیٰ کے خوف کو ہر وقت دل میں قائم رکھنا ہوگا۔ اور یہ خوف کس طرح قائم رکھنا ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ خداتعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرنے والے بنے رہو اور کبھی اُسکی ناشکری نہ کرو۔ ہمیشہ اُسکی یاد سے اپنے دلوں کو معطّر رکھو اور اُسے کبھی نہ بھولو۔

پس یہ معیار اس وقت حاصل ہوں گے جب انسان اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے قربان کردے۔ کامل فرمانبرداری اُس وقت ہوگی جب خداتعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ایک مومن کو اپنے آپ کو نقصان میں بھی ڈالنا پڑے تو ڈالے۔ اپنا نقصان بھی ہوتا ہو تو ہو جانے دے لیکن اپنے بھائی کے حقوق کی تلفی نہ کرے اور پھر تنگی، ترشی، عسر یا یُسر ہر حالت میں خداتعالیٰ کا شکر گزار بنے اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یقیناً یہ تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو چاہتا ہے۔ اور پھر ذکر الٰہی اور عبادت کے بھی وہ معیار حاصل کرو جو خداتعالیٰ کا مزید قُرب دلانے والے ہوں۔ اور یہ حالت ایک سچے مومن کی اُس وقت تک رہنی چاہئے جب تک کہ انسان کے جسم میں جان ہے، جب تک کہ زندگی کی کوئی بھی رمق باقی ہے۔ پس یہ چیز ہے جو ہمیں اپنانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پھر اگلی آیت جو مَیں نے پڑھی ہے، اُس میں اللہ تعالیٰ نے وہ طریق سکھایا ہے کہ کس طرح تم اس پر قائم رہ سکتے ہو۔ فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا اور اللہ کی رسّی کو سب کے سب مضبوطی سے پکڑلو۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ قوموں کا انحطاط اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ دین میں اپنی مرضی کی طرح طرح کی بِدعات شامل کر لی جاتی ہیں۔ بنی اسرائیل کے انحطاط کی بھی یہی وجہ تھی۔ مثلاً قرآن کریم میں اُن کے متعلق آتا ہے وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ (البقرہ:65) اور یقیناً تم اُن لوگوں کو جان چکے ہو جو سبت کے معاملے میں زیادتی کرنے والے تھے۔ ہم نے انہیں کہا جاؤ ذلیل بندر بن جاؤ۔ پس جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی اور اُن حدود کو پھلانگنا چاہا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی تھیں، تقویٰ سے عاری ہو گئے تو پھر سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ذلیل کر دیا۔ نقّالی اُن میں پیدا ہو گئی۔ منافقت ان میں پیدا ہو گئی۔ اور آج جیسا کہ میں نے کہا باوجود قرآن کریم کے اصلی حالت میں موجود ہونے کے مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہو گئی ہے۔ صرف دیکھنے اور محسوس کرنے کیلئے بینا آنکھ چاہیئے اور محسوس کرنے والا دل چاہیئے۔ اور اس زمانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی پیشگوئی تھی، یہ بھی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایسے حالات پیدا ہوں گے جب گھبراہٹ اور بے چینی کی حالت میں اُمّت کے لوگ علماء کی طرف جائیں گے تو وہاں اُنہیں بندر اور سوّر نظر آئیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ تقویٰ اُٹھ جائے گا۔ زمانے کے امام کا انکار خود بھی کر رہے ہوں گے اور لوگوں کو بھی مجبور کر رہے ہوں گے کہ کرو ورنہ ہم یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ صرف اس لئے کہ ہماری دکان چمکی رہے۔

پس جب ہم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو ہم میں مزید شکر گزاری کی حالت پیدا ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے کہ ہمیں اُس خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے جس نے اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہوئے آپ کو بھیجا تا کہ اُمّت محمدیہ میں تقویٰ پر چلنے والوں کی ایک جماعت قائم ہو اور قائم رہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو تو یہی ایک بات ہے جو ہمیں تقویٰ پر چلانے والی اور بگڑنے سے بچانے والی ہوگی۔

حبل اللہ کیا ہے؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ خدا کی کتاب، قرآن کریم حبل اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔

پس قرآن کریم کے احکامات کو پڑھنا، سمجھنا اور اُس پر عمل کرنا ہی ہے جو ایک مومن کو حبل اللہ سے چمٹائے رکھے گا۔ اور جو خلاصہ ہے ان احکامات کا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور کامل فرمانبرداری، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان اور کامل فرمانبرداری اور خلافت سے وفا اور اطاعت کا تعلق جو ان تین باتوں پر دل کی گہرائیوں سے عمل کرنے والا ہوگا وہی متقیوں کی فہرست میں شامل ہوگا اور وہی حبل اللہ کو پکڑنے والا ہوگا۔

اس آیت میں مزید وضاحت فرمائی گئی ہے کہ صرف انفرادی تعلق جو کسی بھی مومن کا خدا سے ہے یا نبی سے ہے یا خلیفۂ وقت سے ہے کافی نہیں جب تک کہ تم جماعت کی اکائی کی اہمیت کو نہ سمجھو۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ تفرقہ نہ ڈالو۔ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس طرح بن جاؤ جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے دو بھائی۔ ایک دوسرے سے رنجشوں کو دُور کرو۔ پس جماعت کی مضبوطی بھی اس وقت قائم ہوگی جب آپس میں پیار محبت کی فضا پیدا ہوگی اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق بھی تبھی پیدا ہوگا جب ایک دوسرے کے گناہ معاف کرنے کی عادت پڑے گی اور پھر یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو مرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کا وارث بنائیں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کونسی چیز اکثر لوگوں کو جنت میں لے جائے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اللہ کا تقویٰ اور عمدہ اخلاق ہیں۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے ابو ذر! ایمان کے کڑوں میں سے کونسا کڑا زیادہ مضبوط ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ اور اُسکا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی کرنا، اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ناراض ہونا۔ یہ سب مضبوط کڑے ہیں۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الادب، حدیث نمبر 5014)

پس اس مضبوط کڑے کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ اگر جماعت کا ہر فرد اِس کی اہمیت سمجھ لے تو ہر فرد جماعت مضبوط زنجیر کے مضبوط کڑے کا کردار ادا کرنے والا ہوگا۔ ہر فرد جماعت نہ صرف اس مضبوط کڑے کو پکڑ کر خود اپنے ایمان کو مضبوط کر رہا ہوگا بلکہ ہر شخص وہ مضبوط کڑا بن جائے گا جو دوسرے میں پرویا ہوا ہے۔ اور ایک ایسی زنجیر کی شکل اختیار کر جائے گا جس کی مضبوطی کی ضمانت اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کی اغراض بیان فرماتے ہوئے ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی کہ: ’’اس جماعت کے تعلقات اخوّت استحکام پذیر ہوں گے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد نمبر 1، صفحہ 340، مطبوعہ لندن 1986ء)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد نمبر 1، صفحہ 442، مطبوعہ لندن 1986ء)

پھر آپس میں محبت اور پیار کو کِس طرح بڑھانا ہے۔ کس طرح اپنے اندر برداشت پیدا کرنی ہے تا کہ جماعت میں مضبوطی پیدا ہو۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں ’’اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اُس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اُسکی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کیلئے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد نمبر 1، صفحہ 442، مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ ہے صُلح کی بنیاد ڈالنے کا حقیقی طریق۔ یہ ہے دلوں کی کدورتوں کو دور کرنے کا حقیقی طریق۔ یہ ہے تفرقہ ختم کرنے کا طریق۔ اگر بدلے لینے شروع کر دیئے جائیں، اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کو طول دینا شروع کر دیا جائے تو نفرتیں پھیلتی ہیں۔ پھر معاشرے میں امن قائم ہونے کی بجائے فساد پھیلتا ہے۔ پھر کینے اور بُغض جنم لیتے ہیں۔ پھر انسان تقویٰ سے دُور ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر ایمان کے مضبوط کڑے پر ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہونی شروع ہو جاتی ہے اور پھر اس سے کسی دوسرے کا یا جماعت کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا، انسان خود اپنی دنیا و عاقبت خراب کر لیتا ہے۔

پس ایک مومن کی یہ نشانی بتائی کہ ہر قسم کے تفرقوں سے بچو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دِل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں۔‘‘ فرمایا ’’بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غُصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 442-443، مطبوعہ لندن 1986ء)

پس یہ وہ معیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ باتیں ہیں جو اللہ کی رسّی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے میں کردار ادا کریں گی۔ یہی باتیں ہیں جو تفرقہ سے بھی بچائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا وارث بنائیں گی۔

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت کا ہم آج کل بہت ذکر کرتے ہیں، خاص طور پر اس سال کے حوالے سے اور وہ ہے خلافت کی نعمت۔ خطبے میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ ہم دوسروں میں یعنی دوسرے مسلمانوں میں اس نعمت کے نہ ہونے کی وجہ سے دل پھٹے ہوئے ہونے کے نظارے دیکھتے ہیں اور حقیقت میں ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ کسی احمدی کو اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ ہمارے خلاف تو یہ سب اکٹھے ہیں شاید اُن کا جتھا بن گیا ہے یا ان میں آپس کی محبت یا کوئی گہرا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ ان کے آپس کے جو تعلقات ہیں اُن کی حقیقت تو اخبار پڑھنے والے سمجھتے ہیں۔ اخباروں سے عیاں ہے کہ ان کا آپس میں کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انکی حالت کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچا ہے۔ فرمایا: تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (الحشر:15) یعنی تو ان کو ایک قوم خیال کرتا ہے لیکن اُن کے دل پھٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ آج اگر ان میں کوئی اکائی ہوتی تو باوجود کئی اسلامی ملکوں کے وسائل اور دولت کے دنیا میں انکی بیچارگی یوں نظر نہ آ رہی ہوتی۔ اگر جماعت احمدیہ کے خلاف بظاہر یہ ایک لگتے ہیں تو یہ بھی جماعت احمدیہ کی سچائی کے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ تبھی تو یہ اس نعمت سے محروم ہیں اور اس نعمت کی تلاش میں ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا یہ انعام تقویٰ پر چلنے والوں کیلئے ہے۔ یہ وعدہ اُن کیلئے ہے جو ایمان لائے۔ لیکن یہ تو مسیح محمدی پر ایمان نہیں لائے۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا انکار کئے بیٹھے ہیں۔ اُنہیں یہ نعمت کس طرح مل سکتی ہے؟ یہ تو ایمان لانے کے بعد پھر تقویٰ کی کمی کی وجہ سے دوبارہ آگ کے گڑھے کے کنارے پر جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ منسوب تو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں اس لئے اُس محبت کا تقاضا ہے جو ایک احمدی کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھری ہوئی ہے اور ہونی چاہیئے کہ انکو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ وہ حقیقی راہ دکھائیں جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ دوسرے ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ کے انعاموں میں سے ایک بہت بڑا انعام ہے ہم خود بھی اسکی قدر کرنے والے اُس وقت کہلا سکیں گے جب ہم اپنے بھی جائزے لیں اور جائزے ہمیشہ لیتے رہیں۔ آپ اپنے تقویٰ پر بھی نظر رکھیں۔ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی طرف بھی توجہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ زُہد اور تقویٰ میں ترقی ہو۔ خدا ترسی اور پرہیز گاری اور ہمدردی میں بڑھنے والے ہوں۔ جیسا کہ مَیں پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں کہ آپ علیہ السلام یہی کچھ ہم سے چاہتے ہیں۔

شروع میں جو دو آیات میں نے تلاوت کی تھیں اُن دونوں میں بھی، جیسا کہ میں نے بتایا، دو باتوں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک اطاعت اور دوسرے تقویٰ۔ اصل میں تو اطاعت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر تقویٰ ہوگا تو پھر اطاعت بھی

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

تم میں سے جس کیلئے باب الدعا کھولا گیا تو گویا اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اس سے عافیت مطلوب کرنا محبوب ہے

(ترمذی، ابواب الدعوات)

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلاپالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دعا اس ابتلا کے مقابلے پر جو آچکا ہے اور اسکے مقابلہ پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو، نفع دیتی ہے اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔

(ترمذی، ابواب الدعوات)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

ہوگی۔ پس اس اہم حقیقت کو ہر احمدی کو پکڑ لینا چاہئے۔ جو آیات میں نے پڑھی تھیں اُن کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔ اور اسکے عہد کو جسے اُس نے تمہارے ساتھ مضبوطی سے باندھا۔ جب تم نے کہا کہ ہم نے سُنا اور ہم نے اطاعت کی اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ یقیناً سینوں کی باتیں خوب جانتا ہے۔‘‘

پھر سورۃ نور کی آیت بھی تلاوت میں آئی تھی۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ ’’اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے۔ اللہ سے ڈرے اور اسکا تقویٰ اختیار کرے تو یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

ان آیات کے مضمون اور طرز تخاطب سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت خاص طور پر اُن لوگوں کیلئے ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔ گو یہ آیت ہر مسلمان کو اس عہد اور اُس نعمت کی یاد دلاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مسلمانوں پر اُتاری۔ یہ نعمت جس کی اطاعت کا عہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے بعد خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہونے والوں کو اسکی پابندی کرنے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔

ایک نعمت پندرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اتاری، اُسے ہم نے قبول کیا۔ ہمارے آباؤ اجداد نے قبول کیا اور بڑی حفاظت سے وہ نعمت ہم تک پہنچائی۔ اور پھر چودھویں صدی میں آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق آخرین کیلئے بھی یہ نعمت اُتاری جس نے پچھلوں کو پہلوں سے ملا دیا۔ پس اس نعمت کی قدر کرنا، اُسے ہمیشہ یاد رکھنا، اس سے استفادہ کرنا ہر احمدی مسلمان مومن کا کام ہے اور پھر یہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت کے بعد جس دائمی قدرت کے جاری ہونے کی ضمانت دی تھی جو پھر ایک نعمت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس کی قدر کرنا اور اس سے اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے کا بھی حکم ہے۔ ان نعمتوں کی قدر کا حق ہم اُس وقت ادا کرنے والے ہوں گے یا ادا کرنے والے کہلا سکیں گے جب تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے اس عہد کو پورا کرنے والے ہونگے جو ایک مسلمان نے اور پھر ایک احمدی مسلمان نے اسلام اور احمدیت قبول کرتے ہوئے کیا ہے اور کرتا ہے۔ اس عہد کی مضبوطی اُس وقت ہوگی جب تمام شرائط بیعت کو، تقویٰ کے باریک در باریک معنوں کو بھی ہم ماننے والے ہوں گے۔ جب اطاعت کے معیار قائم کرنے والے ہوں گے۔ وہ مسلمان جنہوں نے اِس زمانے کے امام کو نہیں مانا، آخرین کو پہلوں سے مِلانے والوں کی نہ صرف نفی کی اور انکار کیا بلکہ استہزاء، ہنسی، ٹھٹھا اور بدظنی میں تمام حدوں کو پھلانگ گئے اور وہ تمام لوگ جو ان دنیاوی قوتوں کی وجہ سے مسیح و مہدی کے انکاری ہوئے، اس اطاعت سے باہر نکلنے والے ہو گئے۔ جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا باوجود قرآن کریم پڑھنے کے اللہ کا تقویٰ اُن کے سینوں سے نکل گیا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ صرف علماء ذمہ دار ہیں کہ اُن کا کام راہنمائی کرنا تھا جو نہ صرف انہوں نے نہیں کی بلکہ دوسروں کو بھی مخالفت پر اُبھارا۔ علماء کے پیچھے چلنے والے غیر اگر یہ جواب دیں کہ پھر ہم کیا کریں، ہم تو کم علم تھے یا ہیں تو اِس عذر کو قرآن کریم نے کئی جگہ پر ردّ فرمایا ہے۔ یہ عُذر کسی کام نہیں آئے گا۔ یہ باتیں تقویٰ سے بعید ہیں۔ اس میں وَاتَّقُوا اللّٰہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے وارننگ دے دی کہ کیوں دنیاوی خوفوں کی وجہ سے تم نے تقویٰ سے کام نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ اِن بھڑکانے والوں کے سینوں کی باتیں بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُنہیں فرمائے گا کہ تمہارے سینوں کی باتیں بھی مَیں جانتا ہوں۔

پس یہ تو ہے اُن کی بات جو انکاری ہیں لیکن ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں اب کیا کرنا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا تقویٰ کے باریک در باریک پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے عہد بیعت کو بھی نبھانا ہے۔ یہ عہد بیعت کیا ہے؟ یہ عہد بیعت وہ شرائط ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش فرمائی تھیں۔ اس عہد کی مضبوطی تب ہوگی جب آپ کے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کے ساتھ اس بات پر بھی یقین رکھنے والے ہوں گے کہ جو آپ نے فرمایا کہ ’’تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔‘‘ (الوصیت، روحانی خزائن، جلد نمبر 20، صفحہ 305) جو میرے جانے کے بعد آئے گی۔ پس یہ جو بعض لوگوں کے ذہن میں ہے اور اس کو میں کہتا ہوں خنّاس فرمایا گیا تھا اور آج بھی بعض ایسی باتیں کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کو مانتے ہیں۔ خلافت کی بیعت ضروری نہیں۔ یہ لوگ نعمت کے بھی انکاری ہیں اور عہد کو بھی توڑنے والے ہیں۔ اور نتیجۃً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت سے بھی باہر نکلنے والے ہیں۔ پس تقویٰ پر چلنے والے اور نعمت کی قدر کرنے والے اور عہد کی پابندی کرنے والے اور اطاعت کے کامِل دائرہ میں رہنے والے وہی لوگ ہیں جو قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کرنے والے ہیں اور نبی پر ایمان لانے والے ہیں اور کامل ایمان لانے والے ہیں اور خلافت سے بھی پختہ تعلق قائم رکھنے والے ہیں۔

پس اس لحاظ سے آپ اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جو ان تمام باتوں پر عمل کرنے والے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سب کچھ مان لینے اور کر لینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ ان ماننے والوں اور اطاعت میں آنے والوں کو فرماتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰہ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہ جو تمام باتیں ہیں، شرائط ہیں ان پر قائم رہنے کیلئے تقویٰ کی ضرورت ہے۔ ایمان کو کمال تک پہنچانے کیلئے اللہ کا خوف اور تقویٰ ضروری ہے۔ تقویٰ کے بھی آگے کئی مرحلے ہیں۔ پس آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام کیا اور اپنے بے انتہا فضلوں سے ہمیں نوازا اور آج ہم خلافت احمدیہ کے (100) سو سال پورے ہوتے بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور نہ صرف (100) سو سال پورے ہوتے دیکھ رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے کامیابیوں اور کامرانیوں کے جلو میں اسے آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

جماعت کس طرح اللہ تعالیٰ کے انعاموں اور فضلوں کو سمیٹ رہی ہے یا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش کس طرح ہو رہی ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ روایت ہے دوسرے دن کی تقریر میں بتایا جاتا ہے۔ کل انشاء اللہ اس بارہ میں بتاؤں گا۔ تو بہرحال جماعتی ترقیات اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار اور اَن گنت احسانات اور فضل جو جماعت پر برس رہے ہیں یہ ہمیں اس طرف توجہ دلانے والے ہونے چاہئیں، تقویٰ میں قدم بڑھاتے چلے جانے والے ہونے چاہئیں تا کہ ہم میں سے ہر شخص اُن برکات سے فیض پانے والا بنتا چلا جائے جو اللہ تعالیٰ جماعت پر نازل فرما رہا ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: ’’بعض گناہ موٹے موٹے ہوتے ہیں مثلاً جھوٹ بولنا، زنا کرنا، خیانت، جھوٹی گواہی دینا اور اتلافِ حقوق، شرک کرنا وغیرہ۔‘‘

(ملفوظات، جلد نمبر 4، صفحہ 653، جدید ایڈیشن)

اب دیکھیں جھوٹی گواہی اور دوسروں کے حق مارنے کو آپ نے زنا اور شرک کے ساتھ رکھا ہے۔ یعنی جھوٹ، خیانت، جھوٹی گواہی اور دوسروں کے حق مارنا جو اکثر مقدموں میں کر جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ جھگڑوں میں بھی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں۔ بعض لالچ میں کر جاتے ہیں لیکن نہیں سمجھتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو زنا اور شرک کے برابر گناہوں کی فہرست میں شامل فرمایا ہے۔ مثلاً گزشتہ دنوں میں مَیں نے خطبہ دیا تھا کہ ٹیکس چوری نہ کریں۔ جھوٹی آمد یا مالی حالات جو ہیں وہ غلط طور پر حکومت سے نہ چھپائیں بلکہ سچی بات کریں تو مجھے خط آئے کہ ہم سمجھے تھے کہ اس حد تک غلط بیانی کر کے حکومت سے منافع لینا جائز ہے۔ اب ہمیں سمجھ آگئی ہے اب ہم نے بند کر دیا ہے۔ اسی طرح عدالتوں میں اور قضا میں بغیر سوچے سمجھے جھوٹی گواہیاں بھی دیتے ہیں یہ سب تقویٰ سے دُور کرنے والی باتیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی کو جب نصیحت کی جاتی ہے تو فوراً ردّ عمل کے طور پر اس کی اصلاح بھی ہوتی ہے اور اُس برائی کو دور کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ایک برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے ساتھ دلی تعلق پیدا کیا ہوا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’لیکن بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان ان میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گِلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت ہی بڑا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا (الحجرات: 13) خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اسکا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اسکی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو۔ یہ سب بُرے کام ہیں۔ ایسا ہی بخل، غضب یہ سب بُرے کام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کے موافق پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان ان سے پرہیز کرے اور ہر قسم کے گناہوں سے جو خواہ آنکھوں سے متعلق ہوں یا کانوں سے، ہاتھوں سے یا پاؤں سے، بچتا رہے کیونکہ فرمایا ہے وَلَا تَقۡفُ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَ الۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا (بنی اسرائیل: 37) یعنی جس بات کا علم نہیں خواہ نخواہ اسکی پیروی مت کرو۔ کیونکہ کان، آنکھ، دل اور ہر ایک عضو سے پوچھا جاوے گا۔

بہت سی بدیاں صرف بدظنی سے ہی پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک بات کسی کی نسبت سنی اور جھٹ یقین کر لیا۔ یہ بہت بری بات ہے۔ جس کا قطعی علم اور یقین نہ ہو اس کو دل میں جگہ مت دو۔ یہ اصل بدظنّی کو دُور کرنے کیلئے ہے کہ جب تک مشاہدہ اور فیصلہ صحیح نہ کرے نہ دل میں جگہ دے۔‘‘ (جب تک صحیح طرح دیکھ نہ لو غور نہ کر لو ایسی باتوں کو دل میں جگہ نہ دو) ’’اور نہ ایسی بات زبان پر لائے۔ یہ کیسی محکم اور مضبوط بات ہے۔ بہت سے انسان ہیں جو زبان کے ذریعہ پکڑے جائیں گے۔ یہاں دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمی محض زبان کی وجہ سے پکڑے جاتے ہیں اور اُنہیں بہت کچھ ندامت اور نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد نمبر 4، صفحہ 653 تا 654، جدید ایڈیشن)

اب دیکھیں کس باریکی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں تقویٰ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اب گِلہ کرنا بھی عام بات سمجھی جاتی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے شکوے شکایات ہیں جو پھر دوسرے کے بارے میں اُسکی غیر حاضری میں غیبت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں اس ابتدائی حالت سے ہی ہوشیار فرما رہے ہیں کہ یہی چیزیں پھر غیبت اور چغلی بن جاتی ہیں۔ گِلہ کرنا جو ہے یہ بھی حضرت مسیح

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

انسان کی پیدائش کی اصل غرض تو عبادت الٰہی ہے لیکن اگر وہ اپنی فطرت کو
خارجی اسباب اور بیرونی تعلقات سے تبدیل کر کے بیکار کر لیتا ہے، تو خدا تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا
(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 118)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپور، صوبہ تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ متقی کی زندگی کی پرواہ کرتا ہے اور اس کی بقا کو عزیز رکھتا ہے
اور جو اس کی مرضی کے برخلاف چلے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو جہنم میں ڈالتا ہے
(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 119)

طالب دُعا: قریشی محمد عبداللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اُس طرح ہی ہے جس طرح مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایسا ہی قرار دیا ہے جیسے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ اور کوئی پسند نہیں کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ اگر کسی کی اصلاح چاہتے ہیں تو علیحدگی میں سمجھائیں۔ اگر کسی سے اپنے بارے میں سن کر شکایت پیدا ہوتی ہے تو اسے ٹھنڈے دل سے سمجھا کر وہ غلط فہمی دُور کریں۔ اس کیلئے دعا کریں۔ ورنہ یہ فاصلے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور بھائی کے بھائی سے تعلقات نہیں رہتے۔ بلکہ پھر وہ کینوں اور بغضوں اور لڑائیوں میں بدل جاتے ہیں۔ پھر آپ نے بخل اور غضب کی نشاندہی فرمائی کیونکہ یہ سب دلوں کی سختی کا باعث بنتے ہیں اور جب دل دوسرے کیلئے سخت پڑ جائیں تو تقویٰ سے دُوری پڑ جاتی ہے۔

پس اگر تقویٰ سے قریب ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرنا ہے تو پھر ہر قسم کے گناہ سے بچنا ایک مومن کا کام ہے۔ کیونکہ جب انسان خدا کے حضور پیش ہوگا تو کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ جرم ثابت کیا جائے۔ ایک تو خدا تعالیٰ خود جانتا ہے کہ بندے نے کیا عمل کیا ہے۔ جو کچھ انسان اس دنیا میں کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ دوسرے ہر گناہ اور ہر غلط حرکت کے بارے میں جسم کا ہر عضو خود بولے گا۔ پس یہ بڑے ہی خوف کا مقام ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں بہت سی بدیاں صرف بدظنی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس بدظنی سے بچو۔ اور بدظنی سے کس طرح بچنا ہے فرمایا کہ ہر بات کو بغیر تحقیق کے نہ مان لیا کرو۔ یہ نہیں ہے کہ بغیر بات سنے ہی اس پر بدظنی شروع کر دو۔ بلکہ پہلے بات سنو اور سن کر اسکو دیکھو، غور کرو، اسکا مشاہدہ کرو، پھر فیصلہ کرو۔ ایک دوسرے کے بارے میں جب بات سنتے ہیں تو بہت سے جھگڑے اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ ادھر بات سنی اور اُدھر مغلوب الغضب ہو کر فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ یا دل میں اسے جگہ دے کر پھر ایسی شکل اختیار کر لی جو بڑھتے بڑھتے کینہ میں تبدیل ہو گئی۔ اور ایسے لوگ پھر ایک رسّی سے چمٹے ہونے کا نظارہ دکھانے کی بجائے پھٹے ہوئے دلوں کا نظارہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”بڑے بڑے اور کھلے گناہوں سے تو اکثر پرہیز کرتے ہیں۔ بہت سے آدمی ایسے ہوں گے جنہوں نے کبھی خون نہیں کیا۔ نقب زنی نہیں کی یا اَور اس قسم کے بڑے بڑے گناہ نہیں کئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے ہیں جنہوں نے کسی کا گلہ نہیں کیا۔ یا کسی اپنے بھائی کی ہتک کر کے اس کو رنج نہیں پہنچایا۔ یا جھوٹ بول کر خطا نہیں کی۔ یا کم از کم دل کے خطرات پر استقلال نہیں کیا؟ مَیں یقینا کہہ سکتا ہوں کہ ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے جو اِن باتوں کی رعایت رکھتے ہوں اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ ورنہ کثرت سے ایسے لوگ ملیں گے جو تقریباً جھوٹ بولتے ہیں اور ہر وقت ان کی مجلسوں میں دوسروں کا شکوہ شکایت ہوتا رہتا ہے اور وہ طرح طرح سے اپنے کمزور اور ضعیف بھائیوں کو دکھ دیتے ہیں۔“ فرمایا ”اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ مَیں اس وقت بُرے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔“ فرمایا ”قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک اوامر اور نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے...... خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہرگز منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے، ظلم اور خیانت کرتا ہے وہ وحدت کا دشمن ہے۔ جب تک یہ بد خیال دل سے دور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلہ کو سب سے اوّل رکھا۔“

(ملفوظات، جلد نمبر 4، صفحہ 655-654، جدید ایڈیشن)

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہیے کہ آج ہم جب یہ اعلان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ آج اگر کوئی جماعت اس دنیا میں ہے جس میں وحدت نظر آتی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ تو ہمیں ان برائیوں کو جو بنیادی برائیاں ہیں دُور کرنا ہوگا اور ان کو دُور کرنا ضروری ہے۔ اور ان تمام نیکیوں کو اپنانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہے۔ اگر ہم یہ اختیار کر لیں تو ہم کہہ سکیں گے کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والوں میں سے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہی خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ فَائِزُون میں سے ہیں۔ ان لوگوں میں سے ہیں جو بامراد ہیں۔ اور جو بامراد ہوں گے پھر وہ اس انعام سے فیض پانے والے ہوں گے جو خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہمیں خلافت کے بندھن سے جوڑ دیا ہے۔

پس آج جلسے میں شامل ہر احمدی بلکہ دنیا میں کہیں بھی بیٹھا ہوا ہر احمدی یہ عہد کرے کہ ہم نے تقویٰ پر چلتے ہوئے آپس کے تعلقات کو بھی مضبوط کرنا ہے۔ پیار محبت اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہے۔ ایک دوسرے کی غلطیوں اور لغزشوں کو بخشنا ہے۔ بدظنیوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے تا کہ وہ وحدت پیش کر سکیں جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے۔ اور اس انعام سے فیضیاب ہو سکیں جو خلافت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے تو اس وحدت کی برکت سے ہمیں نقصان پہنچانے کی دشمن کی ہر کوشش خود بخود ناکامیوں اور نامرادیوں میں بدل جائے گی۔ اللہ کرے کہ ہر احمدی کا دل تقویٰ سے پُر ہو جائے اور کبھی کوئی احمدی بھی اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے اس لڑی سے باہر نکلنے والا نہ بنے جو اللہ تعالیٰ نے ایک وحدت کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”مجھے یہ وحی بار بار ہوئی۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ ھُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کی حمایت اور نصرت میں ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں) فرماتے ہیں۔“ اور اتنی مرتبہ ہوئی کہ مَیں گن نہیں سکتا۔ خدا جانے دو ہزار مرتبہ ہوئی ہو۔ اس سے غرض یہی ہے کہ تا جماعت کو معلوم ہو جاوے کہ صرف اس بات پر ہی فریفتہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اس جماعت میں شامل ہو گئے ہیں یا صرف خشک خیالی ایمان سے راضی ہو جاوٴ۔ اللہ تعالیٰ کی معیّت اور نصرت اُس وقت ملے گی جب سچا تقویٰ ہو اور پھر نیکی ساتھ ہو۔“ (ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 653-652ج، دید ایڈیشن)

پس اس کیلئے ہر احمدی کو خاص کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جلسے کے دن بھی اپنے فضل سے ہمیں اس لئے عطا فرمائے ہیں کہ ہم ان نیکیوں کی طرف توجہ دیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہیں اور ان برائیوں سے بچیں جن سے بچنے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دنوں میں دعاؤں اور توجہ کے ساتھ ہمیں اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے اور تقویٰ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ نسل در نسل ہم اس وحدت میں پروئے رہیں جسکا قیام خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 10 جون 2011)

......☆......☆......☆......

بقیہ سیرۃ المہدیؑ از صفحہ نمبر 9

اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ کے الفاظ کہہ کر صحابہ کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت پائی اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے قول کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ سے اس قوم کی طرف اشارہ کیا جو اٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ ہے۔ اور نیز ان کے امام مسیح موعودؑ کی طرف اشارہ کیا بلکہ اس کا تو نام احمد بھی صاف صاف بتلا دیا۔“

اس سے پتہ لگا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کی ترقی انقلابی رنگ میں مقدر نہیں بلکہ تدریجی رنگ میں مقدر ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ جس طرح جسمانی بیماریاں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں اسی طرح اخلاقی اور روحانی بیماریاں بھی مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو سخت تکلیف دہ ہوتی ہیں اور بیمار کو نہایت بے تاب کر دیتی ہیں۔ مگر مناسب علاج سے وہ جلد ہی دور بھی ہو جاتی ہیں۔ اور وہ بیمار جو اس بیماری کی وجہ سے سخت مضطربانہ کرب میں مبتلا تھا جلد بھلا چنگا ہو کر چلنے پھرنے لگ جاتا ہے۔ لیکن اسکے مقابل میں بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو ایک روگ کے طور پر انسان کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہیں اور گو بیمار ان سے وہ مضطربانہ دکھ نہیں اٹھاتا مگر اندر ہی اندر تحلیل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ان میں کوئی فوری علاج بھی فائدہ نہیں دیتا بلکہ ایک بڑا لمبا باقاعدہ علاج ان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ مقدم الذکر کی مثال یوں سمجھنی چاہئے جیسے ایک بڑا پھوڑا ہو جس میں پیپ پڑی ہوئی ہو اور بیمار اسکے درد سے بے تاب ہو مگر ڈاکٹر نے چیرہ دیا اور پیپ نکل گئی درد دور ہو گئی اور بیمار دو چار دن کی مرہم پٹی میں بھلا چنگا ہو کر چلنے پھرنے لگ گیا۔ اور مؤخر الذکر کی مثال یوں ہے کہ ایک شخص کو سل کی بیماری ہو۔ یہ بیمار پھوڑے کے بیمار کی طرح کرب اور دکھ میں مبتلا نہیں بلکہ اندر ہی اندر گھلتا چلا جاتا ہے اور اس سے مقدم الذکر بیمار کی طرح کوئی فوری علاج بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ ایک لمبا باقاعدہ علاج کا کورس درکار ہوتا ہے۔ پس چونکہ اس زمانہ کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں سل کی بیماری کے مشابہ ہیں اس لئے اس زمانہ میں علاج کے نتیجے بھی فوراً ظاہر نہیں ہوتے بلکہ وقت چاہتے ہیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کے متعلق کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فرمایا ہے تو اس سے صرف ان کی تعدادی ترقی کی حالت بتانا مقصود نہیں بلکہ ہر قسم کی ترقی کی کیفیت بتانا مقصود ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف جلد قدم نہیں اُٹھانا چاہیے۔

یہ تیرہ باتیں ہیں جو عموماً صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی حقیقی قدر پہچانی جانے کے رستہ میں روک ہوتی ہیں۔ میں نے ان کو صرف مختصراً بیان کیا ہے اور بعض کو تو دیدہ دانستہ نہایت ہی مختصر رکھا ہے اور خدا گواہ ہے کہ میں اس نازک مضمون میں ہرگز نہ پڑتا اور یہ تو غالباً اس کا ایسا موقع بھی نہ تھا مگر میں نے دیکھا ہے کہ یہ باتیں لوگوں کو دھوکے میں ڈال رہی ہیں اور اس دھوکے کا اثر وسیع ہو رہا ہے۔ اس لئے میں خاموش نہیں رہ سکا۔ ہاں یہ بات نوٹ کرنی ضروری ہے کہ جس طرح ہم بفضلہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب اولین و آخرین سے افضل جانتے ہیں اسی طرح آپ کی جماعت کو بھی تمام جماعتوں سے افضل مانتے ہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارك وسلم۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

تمام قوموں میں رسول آئے ہیں اس لئے جس قوم کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس میں نبی آیا اور نبی کا نام لیتے ہیں ان کو ماننا ضروری ہے، ایک مومن کو یہ حکم دیا کہ ان تمام رسولوں پر ایمان لانا بھی تمہارے مومن ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔ (خطبہ جمعہ 13 جولائی 2007ء)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ایک مومن کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو تعلیم اتری ہے اسے ماننا ضروری ہے، آپؐ کو خاتم الانبیاء ماننا ضروری ہے، اس یقین پر قائم ہوں اور یہ ایمان ہو کہ قرآن کریم آخری شرعی کتاب ہے اور اسکے تمام احکامات ہمارے لئے ہیں اور ہمیں اس پر ایمان لانا اور ماننا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ (خطبہ جمعہ 13 جولائی 2007ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

جو شخص نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کیلئے آگے قدم نہیں بڑھا رہا وہ خیرِ اُمّت کا حصہ دار کس طرح بن سکتا ہے

خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ اور ارشادات کے حوالہ سے میاں بیوی کے تعلقات، تحمل، انصاف، امانت، عہد کی پابندی، عورتوں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک، ہمسائے کے حقوق، عیوب کی پردہ پوشی، سچائی کو اختیار کرنے اور جھوٹ سے پرہیز وغیرہ متفرق معاشرتی امور کے بارہ میں نہایت اہم نصائح

3/اپریل 2010ء کو جلسہ سالانہ سپین کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ- مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ- اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ- اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ- صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ-

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے کہ مومنوں کے سامنے ایک مطمحِ نظر ہونا چاہئے جیسا کہ اس شخص یا قوم کے سامنے ہوتا ہے جس نے ترقی کی منازل طے کرنی ہیں۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ مسلمان تو خیرِ اُمّت ہیں جو دنیا کی بھلائی کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 111) یعنی تم سب سے بہتر اُمّت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس مسلمان کا کام صرف اپنا فائدہ دیکھنا نہیں ہے بلکہ دوسروں کا فائدہ دیکھنا اور انہیں فائدہ پہنچانا بھی ہے۔ یہ فائدہ تبھی پہنچایا جا سکتا ہے جب اپنے پاس وہ سامان بھی ہوں جو دوسروں کیلئے فائدہ مند ہوں۔ اور یہ اعلیٰ ترین خزانہ جس سے ایک مسلمان دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ باتیں ہیں جو اِس دنیا میں بھی کام آئیں اور مرنے کے بعد بھی کام آئیں۔ اور وہ باتیں کیا ہیں؟ وہ نیکی کی باتیں ہیں۔ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو ایک انسان کو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بناتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی آخری اور کامل اور مکمل تعلیم کو پھیلانے والے عمل ہیں جو اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی دنیا و عاقبت سنوارنے کا باعث بنتے ہیں۔ پس خیرِ اُمّت بننے کیلئے ایک مقصد خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور فرمایا کہ اسکے حصول کی کوشش کرو گے تو خیرِ امت بن سکو گے۔ اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا یہ بھی فرمایا کہ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرۃ: 149) اور ہر ایک شخص کا کوئی مطمحِ نظر ہوتا ہے جسے وہ اپنے پر مسلّط کرتا ہے۔ سو تمہارا مطمحِ نظر نیکیوں میں بڑھنا ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”خیر اور بھلائی کی ہر ایک قسم میں سبقت کرو اور زور مار کر سب سے آگے چلو۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول (سورۃ البقرۃ) زیر آیت 149، صفحہ 598)

پس صرف یہ حکم نہیں ہے کہ اپنی نیکیوں کے معیار بہتر کرتے جاؤ بلکہ ایک ٹارگٹ رکھو کہ ہم نے ہر اپنے سے بہتر جو نیکیوں میں آگے بڑھنے والا ہے، اُس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اور پھر جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خیرِ اُمّت ہو یعنی پوری اُمّت کی ذمہ داری لگا دی ہے کہ اپنے مقام پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب سے بہترین اُمّت بنایا ہے۔ تم ایسی شریعت کو ماننے والے ہو جو کامل اور مکمل شریعت ہے۔ تم پر ایسی تعلیم اتاری گئی ہے جس سے بہتر تعلیم قیامت تک اب اُتر نہیں سکتی۔ تمہارے لئے وہ رسول بھیجا گیا ہے جو خاتم الانبیاء ہے۔ اس نبی کی تصدیق کے بغیر کسی نبی کی حقیقت کا ہمیں پتہ نہیں چل سکتا۔ تم اُس رسول کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والے ہو جو افضل الرسل ہے اور انسانِ کامل ہے۔ پس کیوں نہ ہو کہ جس اُمّت میں یہ سب چیزیں جمع ہو جائیں وہ خیرِ اُمّت کہلائے۔ لیکن فرمایا کہ صرف اُمّت میں رسمی طور پر شامل ہو جانے سے خیرِ اُمّت کے فیض نہیں پہنچیں گے بلکہ ہر فردِ اُمّت کو یہ فیض حاصل کرنے کیلئے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پر توجہ دینی ہو گی۔ نیکیوں میں آگے بڑھنے کی طرف توجہ دینی ہو گی۔ اور جب نیکیوں میں آگے بڑھنے کی طرف توجہ ہو گی، جب حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ ہو گی، جب ہر قسم کے اعلیٰ اخلاق کے حصول کیلئے کوشش ہو رہی ہو گی، جب نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کیلئے زور مار رہے ہو گے تبھی خیرِ اُمّت کا فرد کہلانے کے مستحق ٹھہرو گے۔ کیونکہ خیرِ اُمّت کا لقب تو ملا ہی اس لئے ہے کہ وہ نیکیوں کو پھیلانے والے اور برائیوں سے روکنے والے لوگ ہیں۔ پس جو شخص نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کیلئے آگے قدم نہیں بڑھا رہا وہ خیرِ اُمّت کا حصہ دار کس طرح بن سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک مومن کیلئے نیکیوں میں بڑھتے چلے جانے کیلئے ٹارگٹ بھی کوئی معمولی نہیں رکھا۔ بلکہ ایک کامل انسان کے عمل کو بطورِ نمونہ قائم فرما کر مسلسل کوشش کرتے چلے جانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر فرد کے سامنے ایک عظیم اُسوہ قائم فرما کر کہا ہے کہ اس کے حصول کی کوشش کرو۔ بے شک نیکیوں میں بڑھنے کیلئے ہر آگے جانے والا شخص پیچھے رہنے والے کیلئے نمونہ ہے۔ اس کو دیکھ کر پیچھے رہنے والے نے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنی ہے۔ لیکن دونوں طرح کے لوگوں کیلئے آخری مثال انسانِ کامل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب: 22) یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اعلیٰ نمونہ ہے جو اللہ اور اخروی زندگی کے ملنے کی امید رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ پس یہ نمونہ ہے جس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی طرف خدا تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ یقیناً ایک عام مومن اس معیار تک نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بلند ترین ٹارگٹ تم اپنے سامنے رکھو اور اس کیلئے اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو۔ فرمایا کہ نیک نیتی سے اسکے حصول کیلئے کوشش کرو اور کرتے رہو۔ اگر تمہیں اس بات پر یقین ہے کہ ایک روز اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے، اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ یومِ آخرت برحق ہے تو پھر اپنی کوشش جاری رکھو۔ کسی قسم کی سستی نہ دکھاؤ۔ اور اس کیلئے یہ بہت اہم ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔ اس سے مدد مانگتے رہو کہ اے اللہ! تیری رضا کے حصول کیلئے ہم تیرے اِس پیارے نبیؐ کی قائم کردہ مثالوں کے مطابق چلنے کی کوشش تو کر رہے ہیں۔ تُو ہی ہماری مدد فرما۔ جب نیک نیتی سے اس طرف توجہ ہو گی تو خدا تعالیٰ کمزوریوں اور کمیوں کو اپنی رحمت اور مغفرت میں ڈھانپ لیتا ہے۔

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کے بارے میں فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران: 32) تُو کہہ دے کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پس یہ انتہائی اہم حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کا ایک رنگ میں دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکے پیار کا حصول ہر اس شخص کیلئے بہت اہم ہے جو اپنے آپ کو حقیقی مسلمان کہتا ہے۔ اور ایک احمدی نے تو خاص طور پر اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت ہی اس لئے کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو۔ اسکی رضا حاصل کرنے والا ہو اور اس کا پیار حاصل کرنے والا ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ کا پیار اسکے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع کے بغیر نہیں مل سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ”ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو اور میری راہ پر چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 325)

پھر آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ”پس دیکھو کس طرح اللہ تعالیٰ نے افرادِ اُمّت کو اپنے محبوب قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ محبوبوں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کریں اور آپؐ کے نمونہ پر چلیں۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ، جلد 2، صفحہ 17، ترجمہ از عربی عبارت، کرامات الصادقین، روحانی خزائن، جلد 7، صفحہ 131)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں: ”خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے پر چلیں اور آپ کے ہر قول اور فعل کی پیروی کریں۔ چنانچہ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب: 22) پھر فرماتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: 32)

(ریویو آف ریلیجنز، جلد 2، نمبر 6، بابت جون 1903ء، صفحہ 245)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ”خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی ایک راہ ہے۔ اَور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے۔“ فرمایا: ”مَیں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہو سکتا۔“ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 102، مطبوعہ ربوہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اُسوۂ حسنہ قائم فرمایا جس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں اس شدت سے توجہ دلائی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ وہ تعلیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کے اخلاق کیا تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 8، صفحہ 144-145 مسند عائشہؓ، حدیث نمبر 25108، عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور کیوں نہ ہوتا۔ آپؐ ہی تو وہ انسانِ کامل تھے جن پر وہ آخری شریعت نازل ہوئی تا کہ دنیا کی اصلاح ہو، دنیا خدا تعالیٰ کی حقیقت کو سمجھے۔ دنیا اپنے مقصدِ پیدائش کو سمجھے۔ اور اس کا بہترین نمونہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات میں قائم کر کے دکھایا تو صحابہ جو آپ کے ساتھ تھے وہ بھی باخدا انسان بن گئے۔

اس وقت مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بعض ان واقعات کا ذکر کروں گا جو معاشرتی زندگی کے پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ وہ نمونے ہیں جو ہمیں اپنی روزمرہ زندگی کے جائزے لینے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

آج کل روزمرہ کی گھریلو زندگی میں ایک بہت بڑا مسئلہ میاں بیوی کے تعلقات میں دراڑیں اور ناچاقیاں بنتا چلا جا رہا ہے۔ مرد اور عورت دونوں بے صبری کے نمونے دکھاتے ہیں۔ لیکن مرد کو عورت پر فوقیت کے لحاظ سے برداشت اور حسنِ سلوک میں بھی فوقیت کا اظہار کرنا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا نمونہ دکھاتے تھے۔

کیا نمونہ آپ نے قائم فرمایا۔ روایات میں ملتا ہے کہ بعض دفعہ آپ کی ازواج آپ سے سخت الفاظ بھی کہہ دیتی تھیں لیکن آپ ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ عائشہ! جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو مجھے پتہ لگ جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو کس طرح پتہ لگ جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو اور اگر کسی بات پر قسم کھانے کا معاملہ آ جائے تو تم کہتی ہو کہ محمدؐ کے ربّ کی قسم! بات یوں ہے۔ اور جب تم ناراض ہوتی ہو تو قسم کھانے کے معاملہ میں کہتی ہو ابراہیم کے ربّ کی قسم! بات یوں ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب غیرۃ النساء و وجدھن، حدیث 5228)

بظاہر یہ چھوٹی سی بات ہے لیکن آپؐ کے حساس دل کی عکاسی کرتی ہے۔ ان الفاظ سے جو آپ کے سامنے کہے جاتے ہیں آپؐ کو فوراً احساس ہو جاتا ہے کہ میری بیوی کسی بات پر ناراض ہے اور پھر اس ناراضگی کے سدّ باب کی کوشش بھی آپ فرماتے تھے۔ آپؐ نے اپنے نمونے کے ساتھ صحابہ کو بھی یہ نصیحت فرمائی کہ یہی ایک بات جو ہے یہ گھریلو زندگی کے امن کی ضمانت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ ''فَاتَّبِعُوْنِیْ'' پس میری پیروی کرو۔ تو اس میں آپ کے ہر عمل اور ہر قول کی پیروی شامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی صحابہ کو نصیحت فرمائی۔ یہی اُمّت میں بعد میں آنے والوں کو نصیحت فرمائی۔

گھریلو تعلقات کے بارہ میں آپ کی نصیحت احادیث میں آتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کی بھلائی اور خیر خواہی کا خیال رکھو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے (یعنی اس میں پسلی کی طرح کا طبعی ٹیڑھا پن ہے)۔ پسلی کے اوپر کے حصہ میں زیادہ کجی ہوتی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے۔ اگر تم اسے اس کے حال پر ہی رہنے دو گے تو اس کا جو فائدہ ہے وہ تمہیں حاصل ہوتا رہے گا۔ پس عورتوں سے نرمی کا سلوک کرو اور اس بارے میں میری نصیحت مانو۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث 5186)

ایک اور روایت میں ہے کہ عورت پسلی کی طرح ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے۔ لیکن اگر اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو گے تو فائدہ اٹھا لو گے۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المداراۃ مع النساء......، حدیث 5184)

پھر ایک روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو اپنی مومنہ بیوی سے نفرت اور بغض نہیں رکھنا چاہئے۔ اگر اسکی ایک بات اسے ناپسند ہے تو دوسری بات پسندیدہ ہو سکتی ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث 3648)

یعنی اگر اس کی کچھ باتیں ناپسندیدہ ہیں تو کچھ اچھی بھی ہوں گی۔ ہمیشہ اچھی باتوں پر تمہاری نظر رہے۔

اسی طرح عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مرد کے گھر کی نگران ہو۔ اس کے گھر کی پوری طرح نگرانی کرو اور اسکی کامل اطاعت بھی کرو۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا، حدیث 5200)

دونوں طرف سے یہ سلوک ہو گا تو تبھی گھر کا امن اور سکون قائم رہ سکتا ہے۔

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت معاویہ بن حیدہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اے اللہ کے رسول! بیوی کا حق خاوند پر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو تُو کھاتا ہے، اس کو بھی کِھلا۔ جو تُو پہنتا ہے اس کو بھی پہنا۔ اسکے چہرے پر نہ مار اور نہ اسکو بدصورت بنا۔ اسکی کسی غلطی کی وجہ سے سبق سکھانے کیلئے اگر تجھے اس سے الگ رہنا پڑے تو گھر میں ہی ایسا کر۔ یعنی گھر سے اُسے نہ نکال۔ (سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث 2142)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ میں سے تحمّل ایک بہت بڑا خلق ہے۔ یہ تحمّل آپ میں بچپن میں بھی تھا جب آپ اپنے چچا کے گھر رہتے تھے۔ کبھی چچا کے بچوں سے ایسی بات نہیں کی یا کسی قسم کی زیادتی سے جو گھر میں ہو جاتی ہیں، ایسا اظہار نہیں ہوا جس سے آپ کا صبر ٹوٹتا ہوا نظر آئے۔ لیکن عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ تو یہ خُلق اور بھی نکھرتا چلا گیا۔ آپ کی برداشت کے ایسے ایسے واقعات احادیث میں ملتے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ مدینہ ہجرت کے بعد آپ کی حیثیت معاہدہ کے بعد ایک سربراہِ مملکت کی بھی تھی۔ لیکن اس زمانے میں بھی بعض ایسے واقعات روایات میں ملتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح آپؐ بعض لوگوں کے سلوک اور رویوں پر تحمّل اور برداشت سے کام لیتے تھے۔ کس شان کا صبر اور تحمّل کا نمونہ آپ نے دکھایا۔ ایک دفعہ ایک بدوی نے مال لینے کی خاطر آپکی چادر کو اس قدر کھینچا کہ آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ لیکن آپ نے اسکی اس بات پر اسے سزا دینے کی بجائے مزید عطا کر دیا۔ کیونکہ اس نے کہہ دیا تھا کہ آپؐ سختی کا بدلہ نرمی سے دیتے ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض، جزء اول، صفحہ 74 ''واما الحلم'' دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

یہی تلقین آپؐ نے اُمّت کے افراد کو بھی فرمائی۔ فرمایا: بعض دفعہ انسان بے صبری سے کام لیتا ہے اور ایک سلسلہ جھگڑوں کا شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کیلئے آپؐ نے ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان کو روک کر رکھو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہماری ہر بات کا مؤاخذہ ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں (یعنی برے الفاظ جو ہیں اور بیہودہ باتیں جو ہیں، بے موقع باتیں ہیں، اس) کی وجہ سے جہنم میں گرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، حدیث 3973)

یہ زبان ہی ہے جو اس دنیا میں بھی انسان کو لے ڈوبتی ہے، جھگڑے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر مرنے کے بعد بھی قابلِ مؤاخذہ ٹھہراتی ہے۔

اِس زمانہ میں تحمّل کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کی زندگی میں نظر آتی ہے کہ ایک شخص آ کر آپ کو مجلس میں سب صحابہ کے سامنے گالیاں دیتا چلا جاتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اسے کچھ نہ کہو۔ آخر کار خود ہی بک بک کر کے تھک کر واپس چلا جاتا ہے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ، صفحہ 443-444)

یہ نمونے ہیں جو ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔

روایات میں آتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسروں کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث 6114)

پھر حضرت ابوہریرہؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ چپ تھے۔ حضور بیٹھے مسکراتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔ جب اس شخص نے گالیاں دینے میں حد کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جواباً کچھ الفاظ کہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کے انداز میں کھڑے ہو گئے اور چل پڑے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! جب تک وہ مجھے گالیاں دیتا رہا آپ سنتے رہے اور بیٹھے رہے۔ لیکن جب مَیں نے اُسکا جواب دیا تو آپ ناراض ہو کر اٹھ آئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر! جب تم خاموش تھے تو فرشتے تمہاری طرف سے اُسے جواب دے رہے تھے۔ لیکن جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو فرشتے چلے گئے اور شیطان آ گیا۔ میں شیطان کے ساتھ کس طرح بیٹھ سکتا تھا۔ پھر فرمایا: اے ابوبکر! تین باتیں برحق ہیں۔ اوّل یہ کہ اگر کسی انسان سے زیادتی ہو اور وہ اللہ کی خاطر درگذر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کا مقام عطا کرتا ہے اور اسکی مدد کرتا ہے۔ دوسری یہ کہ جس شخص نے بخشش کا دروازہ کھولا اور اسکا مقصد صرف صِلہ رحمی ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے مال کو زیادہ کرے گا اور اسے بہت دے گا۔ تیسری یہ کہ جس شخص نے اس غرض سے مانگنا شروع کیا ہے کہ اسکا مال زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُسکے مال کو بڑھانے کی بجائے کم کر دے گا۔ (یعنی تنگدستی اُسکا پیچھا کرے گی)۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 3، صفحہ 546-547 ''مسند ابی ھریرۃ'' حدیث نمبر 9622، عالم الکتب بیروت 1998ء)

پھر ایک اور خُلق ہے، جذبات کا احترام۔ یہ ایک ایسا خلق ہے جو معاشرے میں محبت پیار پھیلانے کی ضمانت بن جاتا ہے۔ امن قائم کرنے کی ضمانت بن جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا دل دکھایا ہے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اس شخص نے پہل کی تھی اور کہا تھا کہ مَیں موسیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسے خدا تعالیٰ نے تمام دنیا پر فضیلت دی ہے۔ اس پر مَیں نے جواباً یہ کہا تھا کہ مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسے خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے افضل بنایا ہے۔ (اور یہ اب ایسی بات نہیں ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے غلط کہی ہو) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاتم الانبیاء ہیں، آپؐ جو افضل الرسل ہیں اور اس بات کو یقیناً آپ سب سے زیادہ بہتر رنگ میں جانتے تھے، فرمایا: ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دوسرے مذہب والے کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اور ایک حقیقی مسلمان کو دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ ان لوگوں سے باتیں کرتے ہوئے مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دیا کرو۔ (عمدہ القاری شرح صحیح بخاری، جلد 12، صفحہ 369، کتاب الخصومات، باب مایذکر فی الاشخاص، والخصومۃ بین المسلم والیھود، حدیث 2411، طبع اول 2003ء)

اب اس حقیقت کے باوجود کہ آپ موسیٰ سے افضل ہیں۔ آپکا یہ کہنا صرف اور صرف جذبات کے احترام اور امن کے قیام کیلئے تھا۔ لیکن اسکے باوجود بعض مستشرقین، اسلام پر اعتراض کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے یہودیوں کے ساتھ ظلم سے کام لیا۔ اور یہ کتنی بڑی حقیقت ہے اور ایسی سچائی ہے جس کا خدا تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور افضل الرسل ہیں۔ لیکن جذبات کا احترام کرتے ہوئے آپ صحابہ کو اس سے روک رہے ہیں کہ ہمیں ان لوگوں کا احترام کرنا چاہئے۔

پس ایک احمدی کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتوں پر جو دوسروں کو تکلیف پہنچانے کا موجب بنتے ہیں تو وہ اس سے احتراز کریں، پرہیز کریں اور یہ دیکھیں، اپنے جائزے لیں کہ کیا ہم حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع بن رہے ہیں؟

آج دنیا میں چھوٹی سطح پر بھی اور بڑی سطح پر بھی انصاف قائم کرنے کا حق ادا نہیں کیا جاتا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاف کا معیار وہ تھا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ جس طرح آج کل بھی بعض معاشروں میں سفارشیں چلتی ہیں۔ کہا جاتا تھا کہ یورپ میں نہیں چلتیں۔ یہاں بھی چلتی ہیں یا کسی کو غیر معمولی توجہ اور ترجیح دی جاتی ہے جو انصاف کے خلاف ہے۔ اس طرح بعض کو بعض کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ عربوں میں بھی اُس زمانے میں یہ چیز بہت پائی جاتی تھی۔ لیکن آپؐ کا انصاف دیکھیں کہ کسی قوم کی بڑائی آپ کو انصاف کرنے سے نہیں روک سکی کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ ایک دفعہ ایک بڑی خاندان کی عورت

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
RSB Traders & whole seller

Specialist in Teddy Bear Ladies & Kids items, All Types of Bags & Garments items
Branch: Aroti Tola Po muluk Bolpur-Birbhum
Head office: Q84 Akra Road Po.Bartala, Kolkata-18
Mob: 9647960851 9082768330
طالبِ دعا : جانِ عالم شیخ
(جماعت احمدیہ شانتی نکیتن، بولپور، بیر بھوم۔ بنگال)

نے دوسرے کا مال ہتھیا لیا اور اس ہتھیانے کی وجہ سے پکڑی گئی۔ عربوں میں ان قبیلوں میں بے چینی پیدا ہوئی کہ بڑے خاندان کی عورت ہے۔ اگر اس کو سزا ملے گی تو اس قبیلہ کی ہتک ہو جائے گی۔ اس عورت کی معافی کی سفارش کیلئے اسامہ بن زید کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا گیا۔ لیکن اس سفارش کے سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمیشہ غصہ کو دبانے والے اور تحمّل کا اظہار کرنے والے تھے، آپ کے چہرے پر غصے کا اظہار آیا اور آپؐ نے فرمایا کہ اُسامہ! سنو! کہ تمہارے سے پہلی قومیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ وہ بڑوں کا لحاظ کرتی تھیں اور چھوٹوں پر ظلم کرتی تھیں۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور مَیں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی یہ جرم کرتی تو مَیں اسے بھی سزا دیتا۔ (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب 52/53، حدیث 3475)

آپؐ کے چچا عباسؓ پہلے مسلمان نہیں ہوئے تھے، بدر کی جنگ میں قیدی بنے۔ انہیں رسّیوں سے باندھا گیا جس کی وجہ سے وہ کراہتے تھے۔ اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ان کے کراہنے کی وجہ سے بار بار ان کی طرف اٹھتی تھی اور آپ بے چین ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کا سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت اچھا تھا۔ صحابہ نے یہ محسوس کیا تو حضرت عباس، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ پہلے مسلمان نہیں تھے بعد میں مسلمان ہو گئے، ان کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ جب آپؐ کو علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: یا تو تمام قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کر دو۔ یا ان کو بھی اُسی طرح دوبارہ کَس کر باندھو۔ چنانچہ صحابہ نے باقیوں کی رسّیاں بھی ڈھیلی کر دیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، جلد 2، جزء 4، صفحہ 325، الطبقۃ الثانیۃ من المھاجرین و الانصار ’’عباس بن عبد المطلب‘‘ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

اللہ تعالیٰ کی کامل امانت یعنی شریعتِ کامل کو دنیا کے انسان تک پہنچانے کا ذریعہ بن کر اپنے امین ہونے کی سند جب آپؐ نے خدا تعالیٰ سے حاصل کی تو پھر اس تعلیم کے مطابق ہر قسم کی امانت کی ادائیگی کے حق بھی آپؐ نے ادا کئے۔ انتہائی خطرناک حالات میں جب آپؐ نے مکّہ مکرمہ سے ہجرت کی تو آپؐ کو ان امانتوں کی بھی فکر تھی جو لوگوں نے آپؐ کے پاس رکھوائی ہوئی تھیں۔ چنانچہ ان امانتوں کو آپ نے حضرت علیؓ کے سپرد کیا اور انہیں تاکید کی کہ یہ ان کے مالکوں تک پہنچا کر تم نے پھر مدینہ آنا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، صفحہ 342، ھجرۃ الرسول ﷺ ’’خروج النبی ﷺ و استخلافہ علیا علی فراشہ‘‘ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک دفعہ کسی نے سوال کیا کہ اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز مل جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سال تک اسکی نشانیاں بتا کر اعلان کرتے رہو۔ پھر اگر اُس کا مالک آ جائے تو اسے لوٹا دو۔ پھر اس نے سوال کیا کہ اگر کوئی گمشدہ اونٹ مل جائے تو اسکے متعلق کیا حکم ہے؟ آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس اونٹ کے پاؤں اسکے ساتھ ہیں۔ وہ درختوں سے چر کر اور پانی پی کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ اسکا مالک اس کو حاصل کر لے یا پا لے۔ (صحیح مسلم، کتاب اللقطۃ، باب معرفۃ العفاص و الوکاء و حکم ضالۃ الغنم والابل، حدیث 4498)

پھر دشمنوں کی امانت کی ادائیگی کا کس طرح خیال رکھا؟ خیبر کی جنگ میں جبکہ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ یہود کے ایک حبشی چرواہے نے جو باہر بکریاں چرایا کرتا تھا اسلام قبول کر لیا۔ اسکے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ تھا جو یہود کی تھیں۔ جن کو وہ چرایا کرتا تھا۔ مسلمان بھی اس وقت بھوک اور افلاس کا شکار تھے۔ اسکے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ریوڑ بھی اسکے ساتھ ہی آ گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ تو مسلمانوں کیلئے اپنی بھوک مٹانے کا اور پیٹ بھرنے کا بڑا اچھا موقع تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس بارہ میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ریوڑ کا منہ قلعہ کی طرف کر کے اس کو قلعہ کی طرف ہانک دو۔ خود ہی وہاں چلا جائے گا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور بکریاں قلعہ تک پہنچ گئیں اور قلعہ والوں نے ان کو قلعہ کے اندر کر لیا۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ’’امر الاسود الراعی فی حدیث خیبر‘‘ صفحہ 703، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

تو یہ ادائیگیٔ امانت کی وہ اعلیٰ ترین مثال ہے کہ مسلمان ہونے پر پہلا سبق جو اس حبشی غلام کو بھی دیا تو وہ یہ تھا کہ یہ بکریاں نہ ہمارے لئے حلال ہیں، نہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ انکو ان کے مالکوں تک پہنچاؤ۔ پھر تم حقیقی مسلمان کہلا سکتے ہو۔ پس یہ وہ نمونہ ہے جو ہر احمدی کو بھی اپنی امانت کے حق کی ادائیگی کیلئے اپنانا چاہئے۔

ایک اعلیٰ خُلق عہد کی پابندی ہے۔ آپؐ اس بارے میں بھی اس قدر پابندی فرماتے تھے کہ بادشاہِ روم نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی خط ملنے پر ابوسفیان کو بلا کر آپؐ کے بارے میں پوچھا اور یہ سوال کیا کہ اس شخص نے جس نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے کبھی بدعہدی بھی کی ہے؟ ابوسفیان جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن تھا اسے بھی شاہِ ہرقل کے سامنے یہ اقرار کرنا پڑا کہ آج تک آپؐ نے ہمارے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔ البتہ ایک بات ہے کہ آجکل ایک معاہدہ ہوا ہوا ہے (جو صلح حدیبیہ کا معاہدہ تھا) دیکھیں اس بارہ میں آپ کا کیا رویہ ہوتا ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکا۔ (صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب 6، حدیث نمبر 7)

یہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ بھی مشرکین نے ہی توڑا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسکی ایک ایک شِق پر عمل کیا تھا اور کرنے کی کوشش کی تھی اور اس ایفاء عہد کا اتنا پاس کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بے انتہا برکات عطا فرمائیں اور اس کا سب سے بڑا انعام فتح مکّہ کی صورت میں خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

پھر عورتوں سے حسنِ سلوک کی آپؐ نے تلقین فرمائی۔ یورپ نے تو اب کچھ دہائیاں پہلے عورتوں کو بعض حقوق دیئے ہیں اور ان حقوق کے نام پر اب مسلمانوں پر اعتراض شروع ہو گئے ہیں کہ دیکھو یہ عورتوں کے حقوق کس طرح غصب کرتے ہیں اور اسلام نعوذ باللہ عورتوں کے حقوق پامال کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ انکو پردہ میں رکھا جاتا ہے۔ ان سے حجاب کی پابندی کروائی جاتی ہے۔ یہ ویسے ہی سراسر ایک الزام ہے، جھوٹ ہے۔ عورتیں اگر پردہ کرتی ہیں تو ایک نیک عورت خود اپنی مرضی سے کرتی ہے۔ لیکن اگر یہ قرآن کو دیکھیں تو عورتوں کے حقوق کی تعلیم کا ان لوگوں کو علم ہو۔ اور اگر انصاف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر نظر ڈالیں تو پھر ان کو پتہ چلے کہ کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے حقوق قائم فرماتے تھے؟ قرآنی تعلیم کے مطابق آپؐ نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کے ورثہ کے حق کو قائم فرمایا۔ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں کو بھی ماں باپ کے ورثہ میں حقدار ٹھہرایا۔ ماؤں اور بیویوں کو بیٹیوں اور خاوندوں کے ورثہ کا حق دار ٹھہرایا۔ بہنوں کو بھائیوں کے ورثہ کا بعض حالات میں حقدار ٹھہرایا۔ عورت کی وراثت کا یہ حق قائم کرنے کا امتیاز صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل طور پر عملدرآمد کروایا۔ اسی طرح عورت کے مال کو اس کی ملکیت قرار دیا اور خاوند کو اس پر کسی قسم کے تصرف سے منع فرمایا۔ عورت اپنا مال خرچ کرنے میں پورا اختیار رکھتی ہے۔

آج کل بعض احمدیوں میں بھی یہ مثالیں سامنے آ جاتی ہیں کہ بیوی کے مال پر نظر رکھتے ہیں جو بیویاں کما رہی ہیں اور اگر بیویاں اپنے مال نہ دیں یا کسی قسم کی بات نہ مانیں تو پھر گھروں میں لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ انتہائی غلط کام ہے اور مرد کی طرف سے ایک گھٹیا حرکت ہے۔ مرد کو اسکا کوئی حق نہیں ہے کہ اس کے مال پر تصرف کرنے کی کوشش کرے۔

عورتوں کے جذبات کا آپؐ کو اس قدر احساس ہوتا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ نماز کے دوران بچے کے رونے کی آواز پر مَیں نماز جلدی ختم کر دیتا ہوں کہ اسکے رونے کی وجہ سے اس بچے کی ماں کو تکلیف ہو رہی ہو گی۔ (صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلاۃ عند بکاء الصبی، حدیث 707)

لیکن عورتوں کو بھی خیال رکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچے جو رونے والے ہیں انکو بلا وجہ مسجد میں لانا بھی نہیں چاہئے تا کہ باقی لوگوں کی بھی نمازیں خراب نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا جو احساس تھا اس کی وجہ سے مسلمانوں کو جو آخری نصیحت فرمائی اس میں یہ نصیحت بھی شامل تھی کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ عورتوں سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرتے رہنا۔ (المعجم الکبیر، جلد 1، صفحہ 102 ’’سنن علی بن ابی طالب ووفاتہ رضی اللہ عنہ‘‘ دار احیاء التراث العربی 2002ء)

آپؐ یہ بھی فرماتے تھے کہ جس کے گھر میں لڑکیاں ہوں وہ انکی اچھی تعلیم اور تربیت کرے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس پر دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالد و الاحسان الی البنات، حدیث 3669)

ہمسایوں سے حسنِ سلوک معاشرے کی خوبصورتی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگر ہر ہمسایہ اپنے ہمسائے کا حق ادا کرے تو محلوں میں بھی امن قائم ہو جائے، شہروں میں بھی امن قائم ہو جائے اور ملکوں میں بھی امن قائم ہو جائے۔ آج کل اس دنیا میں جو لڑائیاں ہو رہی ہیں، فساد پھیلے ہوئے ہیں یہ سب ختم ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اس قدر تاکید فرمائی تھی اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بار بار تاکید کی ہے کہ ہمسایوں سے ہمیشہ نیک سلوک رکھنا اور فرماتے ہیں اتنی زیادہ تاکید فرمائی کہ مجھے خیال ہوا کہ شائد ہمسایوں کو وارث قرار دیدیا جائے گا۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الوصاۃ بالجار، حدیث 6014)

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں۔ وہ ہرگز مومن نہیں۔ خدا کی قسم! وہ ہرگز مومن نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کون مومن نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جسکا ہمسایہ اسکی بدسلوکی اور نقصان سے محفوظ نہیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب اثم من لا یامن جارہ بوائقہ، حدیث 6016)

عورتوں کو بھی آپ نے خاص طور پر نصیحت فرمائی کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو۔ عورتوں کو بدظنیوں کی بھی زیادہ عادت ہوتی ہے۔ ویسے تو مردوں کو بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن بہرحال عورتوں کو بہت ہے۔ اس لئے ہر وقت وہ دوسری عورتوں کے بارے میں بدظنی کی وجہ سے خود ساختہ کہانیاں بنا کر دل میں بعض اوقات پیچ و تاب کھاتی رہتی ہیں۔ اور اس وجہ سے پھر دوسروں کو بعض دفعہ نقصان بھی پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔ یا اگر نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں تو یہ کوشش ضرور ہوتی ہے کہ اس دوسری عورت کو کسی رنگ میں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے عورتوں کو ہمسایوں کے خیال رکھنے کے بارہ میں نصیحت فرمائی کہ اگر تھوڑا سا بھی اچھا سالن تمہارے گھر میں پکا ہوا اور ہمسایہ غریب ہو تو ہمسائے کا خیال رکھو۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب،

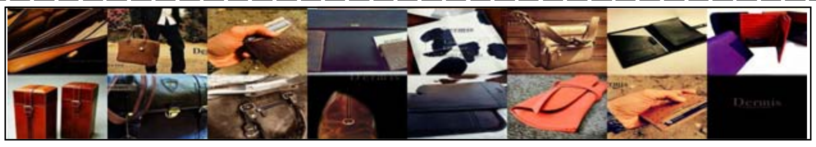
TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods (Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

IRS
INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

باب لاتحقرن جارۃ لجارتہا، حدیث 6017)

پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہمسائے کا اس قدر حق ہے کہ اگر وہ کسی مشترک دیوار پر کیل وغیرہ گاڑتا ہے اور تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے تو اسے نہ روکو۔

(صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یمنع جار جارہ ان یغرز خشبہ فی جدارہ، حدیث 2463)

یہاں مغرب میں قانون بنانے والے جو انسانی حقوق کے علمبردار بنتے ہیں۔ یہاں تو ہمسائے کی ذرا ذرا سی بات پر یہ لوگ ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کا حق ادا کرنا ہی نہیں چاہتے اور خاص طور پر جب ہمسائے ایشین ہوں۔ ایک کام اگر ان کا ہم قوم کر رہا ہو تو اُسے اجازت ہوتی ہے اور کوئی غیر قوم کا آدمی کرے تو شور مچا دیتے ہیں۔ یہاں بھی بعض گھروں کی تبدیلیوں کی اجازت، اگر کرنی ہوں تو، مشکلوں سے ہی ملتی ہے۔ لیکن لندن میں، انگلستان میں تو مَیں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ایک واقعہ بھی ہوا۔ ایک ڈاکٹر اجازت لے کر اپنے گھر میں تبدیلی کرنے لگے۔ سامنے والے گھر نے بھی وہی تبدیلی کی ہوئی تھی۔ اس پر تو ہمسایوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن جب یہ کرنے لگے تو ہمسائے نے شور مچا دیا اور کونسل مجبور ہے کہ ہمسائے کے حق کے نام پر اسکو تبدیلی نہ کرنے دے۔ اسکا کوئی نقصان نہیں، کوئی مشترکہ دیوار بھی نہیں ہے۔ یہ جو انسانی قانون بنائے جاتے ہیں وہ پھر اسی طرح ہوتے ہیں جو بے چینیاں پیدا کرتے ہیں۔ بہرحال قانون نافذ کرنے والوں اور ذمہ دار اداروں کا یہ کام ہے کہ حق اور انصاف پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ جیسا کہ مَیں نے کہا دوریاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں اور بے چینیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ بھی ہو تم نے ہمسائے کا حق ادا کرنا ہے۔

پھر معاشرے کی بھلائی کیلئے ایک بہت اہم چیز ایک دوسرے کے عیوب چھپانا ہے۔ آپؐ تو کسی کے عیب کا علم ہونے کے بعد بھی اسے چھپاتے ہی تھے۔ دوسروں کو بھی منع کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی خود اپنے عیب ظاہر کرتا تو اسے بھی منع فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص دوسرے شخص کا گناہ اس دنیا میں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ قیامت کے دن چھپائے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب بشارۃ من ستر اللہ تعالیٰ عیبہ فی الدنیا، حدیث 6595)

پس یہ ان لوگوں کیلئے بہت سوچنے کا مقام ہے جو دوسروں کی ذرا ذرا سی کمزوری دیکھ کر اس کو اِدھر اُدھر پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس طرح برائیوں کے اظہار سے برائیاں پھیلتی ہیں۔ آج کل کے معاشرے میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کیلئے ایسی فلمیں بنائی جاتی ہیں یا ایسے ڈرامے بنائے جاتے ہیں جن میں برائیوں کا خوب خوب اظہار کیا جاتا ہے۔ اور آخر میں تھوڑے سے حصہ میں یہ نتیجہ نکال دیا جاتا ہے کہ ان برائیاں کرنے والوں کا انجام بُرا ہوا اور کیونکہ اصلاح سے زیادہ ان فلموں اور ڈراموں میں کاروباری مقصد پیشِ نظر ہوتا ہے اس لئے مہینوں کی قسطیں چلتی چلی جاتی ہیں اور پھر اسکے بعد آخر میں ایک قسط کے تھوڑے سے حصہ میں برائی کرنے والے کا بد انجام دکھایا جاتا ہے اور یہ انتہائی فضول اور لغو چیز ہے۔ ایک لمبا عرصہ برائیوں کو دیکھ دیکھ کر نوجوانوں میں اس برائی کو کرنے کی طرف زیادہ چاہت پیدا ہو جاتی ہے اور بہ نسبت اس سے رکنے کے بعض فن (Fun) کے طور پر کر رہے ہوتے ہیں اور آج کل کے معاشرے میں تو برائیاں اس قدر پھیل گئی ہیں کہ نوجوان بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اسکی وجوہات یہی ہیں جو فلموں میں دکھائی جاتی ہیں۔

پھر معاشرے کی بہت بڑی بیماری سچائی سے دوری ہے۔ گھروں میں بھی اور بازاروں میں بھی اور محلوں میں بھی، کاروباروں میں بھی، ملکی سطح پر بھی ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کیلئے سچ سے دور ہو رہے ہیں اور جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو سچ کا مقام اتنا اونچا تھا کہ غیر بھی آپ کو صدّیق کہنے پر مجبور تھے۔ آپ نے اپنی اُمّت کو بھی نصیحت فرمائی ہے کہ سچ کے ایسے مقام پر کھڑے ہو جہاں جھوٹ کا شائبہ تک نہ ہو۔

آپؐ نے فرمایا: سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ اور سچ کا مقام یہ ہے کہ انسان سچ بولتا چلا جائے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے حضور بھی سچا کہلائے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ ”یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین“ حدیث 6094)

اللہ تعالیٰ کے حضور سچا کہلانے کا تو انسان کو پتہ نہیں چل سکتا۔ اس کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ ہر انسان انتہائی باریکی سے ہر وقت اپنا جائزہ لیتا رہے کہ مَیں کوئی ایسی بات تو نہیں کہہ رہا جس میں ہلکا سا بھی غلط بیانی کا شائبہ ہو۔

حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابلِ نفرین کوئی اور بات نہیں تھی۔ اور جب آپ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپ اس وقت تک اس سے کھچے کھچے رہتے جب تک آپ کو علم نہ ہو جاتا کہ اس نے اس کام سے توبہ کر لی ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب البر، والصلۃ باب ما جاء فی الصدق والکذب، حدیث 1973)

ایک شخص کو اپنے گناہ دور کرنے کیلئے جو ایک نصیحت فرمائی تو وہ یہ تھی کہ تمام گناہ دور کرنے کیلئے ایک ہی نصیحت ہے جس سے باقی گناہ بھی دور ہو جائیں گے۔ وہ نصیحت یہ تھی کہ کسی حالت میں بھی جھوٹ نہیں بولنا۔

(تفسیر کبیر امام رازی، جلد 8، جزء 16، صفحہ 176، تفسیر سورۃ التوبۃ زیر آیت 119 ”یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین“ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

پس یہ ایک ایسا اہم خُلق ہے جو ایک احمدی میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہونا چاہئے۔ کسی موقع پر بھی، کسی سطح پر بھی جھوٹ کا اظہار نہیں ہونا چاہئے اور ہمیشہ سچائی کا اظہار ہونا چاہئے۔ یہی ایک احمدی کی امتیازی شان ہے اور ہونی چاہئے۔

یہ چند باتیں جو مَیں نے بیان کی ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی چند مثالیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کیلئے تو قرآنِ کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا ضروری ہے اور اسکو اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متّبعین میں شمار ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے، اور اسکے گناہ بخشے جاتے ہیں یعنی اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح نور ظلمت کو دُور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر زائل کرتا ہے اور آگ جلاتی ہے۔ ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔“ (عصمت الانبیاء علیہم السلام، روحانی خزائن، جلد 18، کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن، صفحہ 680)

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا کرے۔ ہم اپنے اعمال کو کوشش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنے والے بنیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ سب شاملینِ جلسہ کو اپنے خاص فضل اور رحم سے نوازتا رہے۔ اس جلسہ کی برکات ہمیشہ ظاہر ہوتی رہیں، ہر احمدی کی زندگی میں بھی اور جماعتی زندگی میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کی امان اور حفاظت میں آپ سب اپنے اپنے گھروں کو لَوٹیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر رہے۔

امیر صاحب نے حاضری پیش کی ہے۔ مجھے نہیں پتہ گزشتہ سال کیا حاضری تھی۔ (امیر صاحب سپین نے عرض کی کہ گزشتہ سال حاضری 444 تھی۔ اس پر حضور ایدہ اللہ نے فرمایا) اس دفعہ اس سے بڑھ گئی ہے۔ اگر دیگر ممالک کے لوگ نہ آتے تو حاضری بہت کم ہو جاتی۔ انہوں نے آکی کچھ حاضری بڑھا دی ہے کیونکہ دوسرے ممالک سے آئے ہوئے 228 ہیں۔ اس میں پرتگال اور مراکو وغیرہ کے بھی کافی لوگ شامل ہیں لیکن یہاں کے 343 ہیں۔ کل حاضری 571 ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور یہ حاضری اللہ تعالیٰ آئندہ جلسوں میں ہزاروں میں لے جائے۔

اچھا اب دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 17/جون 2011)

ضروری اعلان بابت خالی اسامیاں سکیورٹی گارڈز

”قادیان دارالامان میں جماعتی مقامات کی حفاظت کیلئے ”سکیورٹی گارڈز“ کی اسامیاں خالی ہیں جن کو اب حسب طریق پُر کیا جانا ہے۔ لہٰذا ایسے احباب جماعت جو فوج/پولیس محکمہ/سکیورٹی ایجنسی میں کام کرنے کے بعد اس وقت ریٹائر ہوئے یا Voluntary Retirement حاصل کرنے والے ہوں اور سکیورٹی امور کا تجربہ رکھنے والے ہوں ان کی ایسی اسامیوں کیلئے ضرورت ہے اور وہ ان اسامیوں کیلئے اپلائی کر سکتے ہیں۔

اس خدمت کیلئے خواہشمند احباب اپنے امیر ضلع/امیر جماعت/صدر جماعت سے فارم حاصل کر کے اپنے کوائف صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کو درج ذیل ای میل ایڈریس پر بھجوانے کا انتظام کریں۔ اس پوسٹ پر تقرری کیلئے آپ کے کوائف کا جائزہ لینے کے بعد آپ کا انٹرویو بھی لیا جائے گا۔ اگر آپ کامیاب ہوں گے تو آپ کی تقرری عمل میں لائی جائے گی اور تقرری کی صورت میں آپ کو ماہانہ الاؤنس کے علاوہ آپ اور آپ کی فیملی کو میڈیکل کی سہولت بھی دی جائے گی۔ نیز قادیان میں آپ کی ذاتی رہائش کا انتظام نہ ہونے کی صورت میں آپ کو رہائش کیلئے جماعتی کوارٹر یا پھر کرایہ مکان کی سہولت بھی دی جائے گی۔ (انشاء اللہ)

قادیان کی مقدس بستی میں خدمت کا موقعہ ملنا ایک اعزاز ہے۔ لہٰذا اس خدمت کیلئے مذکورہ بالا تجربہ رکھنے والے قابل افراد جماعت رابطہ کریں اور اپنے آپ کو اس خدمت کیلئے پیش کریں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

مزید معلومات کیلئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت سے درج ذیل ای میل ایڈریس یا فون پر رابطہ کریں۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

ای میل ایڈریس: sadrmajliskhuddam@gmail.com موبائل نمبر: 9988757988

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

حضرت عوف بن رفاعہ انصاریؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 20 نومبر 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال حضور انور نے حضرت عوف بن رفاعہ انصاریؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ کا نام عوف بن حارث اور عوف بن عفراء بیان ہوا ہے۔آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنونجّار سے تھا۔آپ انصار کے ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ آ کر بیعت کی۔آپؓ بیعت عقبہ میں بھی شامل تھے۔

سوال جنگ بدر کے دوران حضرت عوفؓ نے آنحضرت ﷺ سے کیا پوچھا تھا اور آپؐ نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: غزوۂ بدر کے دوران حضرت عوفؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس بات سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس بات سے کہ اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو۔اس پر حضرت عوفؓ نے اپنی زرہ اتار دی اور آگے بڑھ کر لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔

سوال حضور انور نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے کیا کوائف بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آپ کا نام حضرت خالدؓ اور والد کا نام زید بن کُلَیب تھا۔آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنونجار سے تھا۔آپ کو عقبہ ثانیہ کے موقعے پر ستّر انصار کے ہمراہ بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔آپ کی والدہ کا نام ہِند بنت سعید تھا۔آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

سوال آنحضرتؐ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ کو آپؐ کی کیا خدمت نصیب ہوئی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؐ مسجد نبوی اور اپنے گھروں کی تعمیر تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام فرما رہے۔آپ رسول اللہؐ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

سوال آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے کس حصے میں قیام فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ابوایوب انصاریؓ فوراً اپنے مکان کو ٹھیک ٹھاک کر کے آ گئے اور آنحضرتؐ ان کے ساتھ اندر تشریف لے گئے۔یہ مکان دو منزلہ تھا۔ابوایوبؓ چاہتے تھے کہ آپؐ اوپر کی منزل میں قیام فرمائیں لیکن آپؐ نے نچلی منزل کو پسند فرمایا اور وہاں فروکش ہو گئے۔

سوال آنحضرت ﷺ کے نچلی منزل میں سونے کی وجہ سے حضرت ابوایوبؓ نے رات کس حال میں گزاری؟

جواب حضور انور نے فرمایا: رات ہوئی تو ابوایوبؓ اور ان کی بیوی کو ساری رات اس خیال سے نیند نہیں آئی کہ رسول اللہؐ نیچے ہیں اور ہم آپؐ کے اوپر ہیں۔مزید یہ کہ چھت پر ایک پانی کا برتن ٹوٹ گیا اور ابوایوبؓ نے اس ڈر سے کہ پانی کا کوئی قطرہ نیچے نہ ٹپک جاوے جلدی سے اپنا لحاف پانی پر گرا کر اسے خشک کر دیا۔

سوال اگلی صبح حضرت ابوایوب انصاریؓ نے آنحضرت ﷺ سے کیا گزارش کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: صبح ہوئی تو وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال اصرار آپؐ کی خدمت میں اوپر کی منزل میں تشریف لے چلنے کی درخواست کی۔آپؐ نے پہلے تو تامل کیا، لیکن بالآخر ابوایوب کے اصرار کو دیکھ کر رضامند ہو گئے۔

سوال آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں کتنا عرصہ قیام فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس مکان میں آپؐ نے سات ماہ تک یا ابن اسحاق کی روایت کی رو سے ماہ صفر سن 2 ہجری تک قیام فرمایا۔گویا جب تک مسجد نبوی اور اس کے ساتھ والے حجرے تیار نہیں ہو گئے آپؐ اسی جگہ مقیم رہے۔

سوال حضرت ابوایوبؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں کھانا بھیجنے میں کیا احتیاط کرتے اور خود کس طرح کھاتے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: جو کھانا ابوایوبؓ کے گھر میں بنتا وہ سارا آپؐ کی خدمت میں بھجواتے تھے اور پھر جو کھانا بچ کر آتا تھا وہ خود کھاتے تھے اور محبت و اخلاص کی وجہ سے اسی جگہ انگلیاں ڈالتے تھے جہاں سے آپؐ نے کھایا ہوتا تھا۔

سوال ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے حضرت ابو ایوبؓ کے کھانے میں کس چیز کو ناپسند فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوایوبؓ نے ایک دفعہ آپ کیلئے کھانا تیار کیا جس میں لہسن تھا۔آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا اور کھانا نہیں کھایا۔حضرت ابوایوبؓ گھبرا گئے اور آپؐ سے عرض کیا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ نبیؐ نے فرمایا نہیں لیکن مَیں اسے ناپسند کرتا ہوں۔اس پر ابوایوبؓ نے کہا جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں مَیں اسکو ناپسند کرتا ہوں۔

سوال حضور انور نے آنحضورؐ کے لہسن کو ناپسند کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آتے تھے یعنی وحی ہوتی تھی اور اس وجہ سے آنحضرتؐ بو والی چیز پسند نہیں کرتے تھے لیکن یہ حرام نہیں ہے۔

سوال ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوایوبؓ کے لیے کیا دعا کی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت صفیہؓ کے رخصتانے کی رات کا ذکر ہے۔حضرت ابوایوبؓ آنحضرتؐ کے خیمے کے باہر ساری رات پہرہ دیتے رہے اس پر آپؐ نے حضرت ابوایوب انصاری کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ احْفَظْ اَبَا اَیُّوْبَ کَمَا بَاتَ یَحْفَظُنِیْ کہ اے اللہ! ابوایوب کی حفاظت فرما جس طرح اس نے پوری رات میری حفاظت کرتے ہوئے گزاری۔

سوال حضور انور نے آنحضرتؐ کے ارشاد کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا کے کیا معنی بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی رائے لکھی ہے کہ حدیث میں یہی آتا ہے کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ یعنی رسول اللہؐ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہوئی ہے جو سچی نیت سے خدا کی رضا کی خاطر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرتا ہے۔

سوال رسول اللہؐ احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھوتے تھے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک شخص کو حضرت ابوایوبؓ کے پاس یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا کہ رسول اللہؐ احرام کی حالت میں اپنا سر کس طرح دھوتے تھے۔حضرت ابوایوب اس وقت غسل کر رہے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے کپڑے کو نیچے جھکایا اور اپنا سر باہر نکالا۔پھر ایک آدمی سے اپنے سر پر پانی ڈلوایا۔پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو ملا، ہاتھوں کو آگے لائے اور پیچھے لے گئے اور کہا کہ اس طرح مَیں نے آنحضرتؐ کو کرتے دیکھا ہے۔

سوال ایک مرتبہ جب حضرت ابوایوبؓ نے آنحضرتؐ کی ریش مبارک سے تنکا ہٹایا تو آپؐ نے انہیں کیا دعا دی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت ابوایوبؓ نے رسول کریمؐ کی ریش مبارک میں کوئی چیز تنکا دیکھا تو اسے الگ کر دیا۔اس پر نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ابوایوبؓ سے اللہ وہ چیز دور کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔آپؐ نے فرمایا اے ابوایوب تمہیں تکلیف نہ پہنچے۔

سوال حضرت مصلح موعودؓ نے آیت کریمہ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کے کیا معنی بیان فرمائے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔پہلے تو ہم خدا تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کیا کرتے تھے لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنے دین کو تقویت اور عزت دی اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا تو ہم نے کہا کہ اگر اب ہم اپنے مالوں کی حفاظت کریں اور اسے جمع کریں تو یہ اچھا ہوگا۔اس وقت یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں اپنے اموال خرچ کرنے سے دریغ نہ کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہو۔

سوال حضور انور نے حضرت ابو ایوبؓ کے آنحضور ﷺ سے عشق کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب حضور انور نے فرمایا: مروان جب مدینہ کا گورنر تھا تو اس نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنا چہرہ نبی کریمؐ کی قبر پر لگایا ہوا تھا۔مروان نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ یہ شرک ہے۔پھر مروان اس شخص کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ ہیں۔انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! میں رسول اللہؐ کے پاس آیا ہوں۔ان پتھروں کے پاس نہیں آیا مطلب یہ تھا کہ میں محبت و عشق کی وجہ سے جھکا ہوا ہوں۔پتھروں کو سجدہ نہیں کر رہا۔

سوال آنحضرتؐ نے ماں اور اس کے بیٹے میں جدائی ڈالنے والے کو کیا تنبیہ فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ماں اور اسکے بیٹے کے درمیان جدائی ڈالی تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان قیامت کے دن جدائی ڈال دے گا۔

☆......☆......☆

رمضان المبارک کے فضائل و برکات اور قبولیت دعا کے ایمان افروز مضمون کا بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 31 اکتوبر 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور انور نے کون سی آیت کریمہ تلاوت فرمائی؟

جواب حضور انور نے سورۃ البقرہ کی درج ذیل آیت تلاوت فرمائی: شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ۔ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ۔ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ۔وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرہ:186-187)

سوال حضور انور نے ماہ رمضان کی کیا برکات بیان فرمائیں؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ بہت عظیم اور برکتوں والا مہینہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے فضلوں سے نوازنے کے طریقے تلاش کرتا ہے کہ کس طرح مَیں اپنے بندوں کو شیطان کے پنجے سے نکالوں اور اپنا بندہ بناؤں۔جب بھی بندہ اس کی طرف بڑھے اس کے ایمان اور احسان کے دروازے کھلے ہوئے پاتا ہے لیکن رمضان میں تو پہلے سے بڑھ کر اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔

سوال اللہ تعالیٰ کن لوگوں پر اپنی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کھولتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: عبادت کرنے والے، نوافل پڑھنے والے، قرآنی احکامات پر عمل کرنے والے جب اس مہینہ میں پہلے سے بڑھ کر ان عبادات کو بجالانے کی کوشش کریں گے تو جو لوگ سست ہیں وہ بھی ان کی دیکھا دیکھی کچھ نہ کچھ عبادات بجالائیں گے۔اس طرح ان کو بھی عادت پڑ جائے گی۔ایسے لوگوں میں سے کچھ لوگ پھر مستقل ان نیکیوں پر قائم بھی رہ جائیں گے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے لوگوں پر مَیں اپنی رحمتوں اور فضلوں کے دروازے کھولوں گا۔

سوال ایک بھٹکا ہوا بندہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کتنی خوشی ہوتی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کے اپنی طرف آنے سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو خوشی ایک ماں کو ایک گمشدہ بچے کے ملنے سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ خوشی اپنے گمشدہ بندے کے ملنے سے ہوتی ہے۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کیلئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔اہل لغت جو

کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے آیت کریمہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ کو چھ ماہ کے روزے رکھنے کے نتیجہ میں کیا روحانی کیفیت عطا ہوئی؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مَیں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔اور اگر اس وقت مَیں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

سوال آنحضرتؐ نے روزہ کی کیا برکات بیان فرمائی ہیں؟

جواب آنحضرتؐ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں۔حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال ہے اور آگ سے بچانے والا ایک حصن حصین ہے۔

سوال آنحضرت ﷺ نے فتنہ سے بچنے کا کیا طریق بیان فرمایا ہے؟

جواب آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کو جو فتنہ اس کے گھر بار، مال، اولاد یا ہمسایوں سے پہنچتا ہے، نماز، روزہ، صدقہ، اچھی بات کا حکم اور برائی سے روکنا اس فتنہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

سوال جنت میں کن لوگوں کیلئے بالا خانے ہوں گے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: یقیناً جنت میں بالا خانے ہوں گے جن کے اندرونے باہر سے اور خارجی حصے اندر سے نظر آتے ہوں گے۔ اس پر ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ حضورؐ یہ کن کیلئے ہوں گے۔فرمایا: یہ ان کیلئے ہوں گے جو خوش گفتار ہوں گے، ضرورتمندوں کو کھانا کھلانے والے ہوں گے، روزے کے پابند اور راتوں کو جب لوگ سوتے ہوں تو وہ نمازیں ادا کریں۔

سوال حضور انور نے روزہ کے متعلق افراد جماعت کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب حضور انور نے فرمایا: روزہ میں صرف بھوکا پیاسا نہیں رہنا بلکہ اس کے ساتھ تمام برائیوں کو بھی چھوڑنا ہے، نیکیوں کو اختیار کرنا ہے، غریبوں کا خیال رکھنا ہے، ان کی ضروریات کو پورا کرنا ہے، نمازوں کی ادائیگی بھی کرنی ہے، فرض سے بڑھ کر نوافل پڑھنے کی طرف بھی توجہ کرنی ہے تو یہ تمہارے جو فتنے ہیں جن فتنوں میں تم پڑے ہوئے ہو اولاد کی طرف سے، کاروباری ہیں، ہمسایوں کے ہیں، لڑائی جھگڑے ہیں تو ان نیکیوں کی وجہ سے جو تم انجام دے رہے ہو گے ان سے تم بچ سکتے ہو۔

سوال آنحضرتؐ نے روزہ دار کی کیا جزا بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ تو میرے لئے ہے مَیں ہی اس کی جزا بن جاتا ہوں۔روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں۔ایک وہ خوشی جو اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ خدا کے فضل سے اپنے روزوں کو مکمل کر لیتا ہے۔ اور ایک وہ خوشی جو اسے آخرت میں ملے گی جب وہ اپنے رب سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس سے راضی ہوگا۔ نیز فرمایا روزہ دار کے منہ کی بُو خدا کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

سوال آنحضرتؐ نے رمضان کی کیا فضلیت بیان فرمائی ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو رمضان کی فضیلت کا علم ہوتا تو میری امت اس بات کی خواہش کرتی کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔اس پر بنوخزاعہ کے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی ہمیں رمضان کے فضائل سے آگاہ کریں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا یقیناً جنت کو رمضان کے لئے سال کے آغاز سے آخر تک مزیّن کیا جاتا ہے اور جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الٰہی کے نیچے ہوائیں چلتی ہیں۔

سوال حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک روزہ دار کو کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: روزہ دار کو خیال رکھنا چاہئے کہ روزے سے صرف یہ مطلب نہیں کہ انسان بھوکا رہے بلکہ خدا کے ذکر میں بہت مشغول رہنا چاہئے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جس کو جسمانی روٹی ملی مگر اُس نے روحانی روٹی کی پرواہ نہیں کی۔ جسمانی روٹی سے جسم کو قوت ملتی ہے ایسا ہی روحانی روٹی روح کو قائم رکھتی ہے۔اور اس سے روحانی قویٰ تیز ہوتے ہیں۔خدا سے فیضیاب ہونا چاہو کہ تمام دروازے اس کی توفیق سے کھلتے ہیں۔

سوال حضرت مسیح موعودؑ نے آیت کریمہ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن میں تین صفتیں ہیں۔اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔

سوال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آیت کریمہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کے کیا معنی بیان فرمائے ہیں؟

جواب حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اگر مَیں نے کہا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مَیں ہر ایک پکار کو سن لیتا ہوں۔ جس پکار کو مَیں سنتا ہوں اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔اوّل مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جو میری بھی سنے۔ دوسرے مَیں اس کی پکار سنتا ہوں جسے مجھ پر یقین ہو، مجھ پر بدظنی نہ ہو۔

سوال رمضان کی ہر رات کو ایک منادی کرنے والا فرشتہ کیا منادی کرتا ہے؟

جواب حضور انور نے فرمایا: حدیث میں آتا ہے کہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک منادی کرنے والے فرشتہ کو بھیج دیتا ہے جو یہ اعلان کرتا ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور آگے بڑھ۔کیا کوئی ہے جو دعا کرے تا کہ اس کی دعا قبول کی جائے کیا کوئی ہے جو استغفار کرے کہ اسے بخش دیا جائے کیا کوئی ہے جو توبہ کرے تا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے۔

☆......☆......☆

ملکی رپورٹ

تربیتی اجلاس

جماعت احمدیہ احمد آباد میں مورخہ 3 جنوری 2021 کو احمدیہ مشن میں مکرم آصف احمد منصوری صاحب کی زیر صدارت ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا۔تلاوت قرآن کریم خاکسار نے کی۔اس کے بعد تمام افراد نے صدر جلسہ کے ساتھ عہد وفائے خلافت دہرایا۔نظم مکرم افروز احمد رنگریز صاحب نے پڑھی۔ بعدہ مکرم حسیب احمد انصاری صاحب بناس کانٹا، مکرم وجاہت احمد صاحب انسپکٹر تحریک جدید، مکرم سید کلیم ارشد صاحب، مکرم شبیر احمد پڈر صاحب مربی سلسلہ، مکرم سید نعیم احمد صاحب صدر جماعت احمد آباد اور خاکسار نے مختلف تربیتی مضامین پر تقاریر کیں۔ دوران تقاریر مکرم ہارون خان صاحب، مکرم جلیس احمد صاحب، عزیزم دانش احمد منصوری اور عزیزم سید طاہر احمد نے نظمیں پڑھیں۔ آخر پر صدر اجلاس نے دعا کروائی اور جلسہ اختتام پذیر ہوا۔اسی روز شام چار بجے لجنہ اماء اللہ احمد آباد نے بھی تربیتی اجلاس منعقد کیا۔اللہ تعالیٰ ان اجلاسات کے بہتر نتائج ظاہر فرمائے آمین۔

(سید عبدالہادی کاشف، مربی سلسلہ احمد آباد گجرات)

اعلان نکاح

مورخہ 10 /دسمبر 2020 بروز جمعرات بمقام برہ پورہ بھاگلپور بہار، عزیزم سید ابوطاہر ولد مکرم سید ابوریحان صاحب (مرحوم) ساکن برہ پورہ کا نکاح ہمراہ مکرمہ شبینہ تسنیم صاحبہ بنت مکرم سید عبدالنعیم صاحب ساکن برہ پورہ کے ساتھ مکرم سید آفاق احمد صاحب معلم سلسلہ نے مبلغ ایک لاکھ اکیاون ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔اللہ تعالیٰ اس رشتے کو دونوں خاندانوں کیلئے بہت بابرکت کرے آمین۔ (محمد اشرف احمد، صدر جماعت برہ پورہ)

اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ

خاکسار کے دادا جان

محترم ایس ایم جعفر صادق صاحب مرحوم کا ذکر خیر

(طارق احمد ادریس، ایڈیٹر ہفت روزہ اخبار بدر کنڑ ایڈیشن شموگہ، کرناٹک)

خاکسار کے دادا جان محترم ایس ایم جعفر صادق صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ شموگہ کرناٹک مورخہ 18-08-2020 بروز منگل شام 6:30 بجے بمقام شموگہ بقضائے الٰہی وفات پا گئے، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ مکرم الحاج میر کلیم اللہ صاحب مرحوم جماعت احمدیہ شموگہ کرناٹک کے بیٹے تھے۔آپکی پیدائش 11/ جون 1933 کو بمقام شموگہ ہوئی۔ آپ بچپن سے ہی بہت نیک، صالح اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔اپنی نمازوں کی خاص حفاظت کرنے والے تھے۔ بلا ناغہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے اور قرآن کریم کے مطالب پر غور وفکر کرنے والے تھے۔آپ کو قرآن کریم سے بے حد عشق تھا۔ہمیں خاص طور پر کہتے تھے کہ قرآن کریم غور کر کے پڑھو، اگر کہیں مطالب سمجھنے میں مشکل پیش آئے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اللہ تعالیٰ خود اسکے مطالب سمجھا دیگا۔ آپ نے قرآن کریم، حدیث، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام وخلفاء کرام اور علمائے سلسلہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا۔آپکی اپنی ذاتی لائبریری تھی جس میں کئی پرانی اور نایاب کتب موجود تھیں۔آپ غیر احمدی مخالف علماء کی کتب کا مطالعہ کر کے اسکے جوابات دیا کرتے تھے۔ مباحثہ کا خاص ملکہ آپکے اندر پایا جاتا تھا۔بہتیرے غیر احمدی علماء جو مسجد کے پاس آتے تھے ان سے بحث ومباحثہ کرتے تھے۔آپ ہمیشہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے صرف قرآن کریم ہی کافی ہے۔ اور قرآن کریم سے دلائل پیش کرتے تھے قرآن کریم کی بیشمار آیتیں آپ کو یاد تھیں۔ مرحوم شروع سے ہی جماعت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔آپ مجلس خدام الاحمدیہ شموگہ کے پہلے قائد منتخب ہوئے۔ بعد ازاں سیکرٹری تعلیم وتربیت اور سیکرٹری امور عامہ کے طور پر خدمت سرانجام دی۔ 1977 سے 2003 تک 27 سال کا طویل عرصہ آپ صدر جماعت احمدیہ شموگہ کے طور پر خدمات سرانجام دیتے رہے۔ الحمدللہ۔آپ ہمیشہ افراد جماعت کی تعلیم وتربیت پر بہت زور دیتے تھے۔ افراد جماعت کو قرآن کریم سے دلائل سکھاتے۔قرآن کریم کے بعض حصوں کو یاد کرواتے۔ دادا جان بہت پیار کرنے والے، خوش اخلاق اور بہت مہمان نواز تھے۔مرکزی نمائندگان کا ہمیشہ خاص خیال رکھتے، انکی رہائش وطعام کا انتظام کرتے۔حضرت مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ جب بھی میاں صاحب شموگہ تشریف لاتے تو انکے ساتھ کافی وقت گزارتے تھے۔اسی طرح علمائے سلسلہ کے ساتھ بھی بڑے اچھے تعلقات تھے۔ آپ عہدیداران کی بہت عزت اور احترام کیا کرتے تھے۔آپ بہت ہمدرد، جماعتی خدمات کو پوری ذمہ داری سے ادا کرنے والے، خلافت احمدیہ سے بے لوث محبت رکھنے والے تھے۔ خاکسار نے آپ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔خاکسار کی ہمیشہ آپ کے ساتھ علمی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ آپ ہمیشہ جماعتی ترقیات اور جماعت کے افراد کی تعلیم وتربیت کی غرض سے مختلف پروگرام تجویز کرتے رہتے تھے۔آپ نے اپنے پیچھے اہلیہ کے علاوہ 10 بیٹے 2 بیٹیاں اور بہت سے پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں یادگار چھوڑے ہیں، جن میں سے کئی ایک کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق مل رہی ہے۔ آپکی تدفین مورخہ 19 /اگست 2020 کو بعد نماز ظہر احمدیہ قبرستان شموگہ میں ہوئی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خاکسار کے دادا جان کے درجات بلند کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

......☆......☆......☆......

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516

Postal Reg. No. GDP/001/2019-22 Vol. 70 Thursday 21 - January - 2021 Issue. 3

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر چوبیس گھنٹے نشر ہونے والے نئے ٹی.وی چینل ’’ایم.ٹی.اے گھانا‘‘ کا بابرکت افتتاح

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15؍جنوری 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے حضرت علی سے سوال کیا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ حضرت علی نے فرمایا ہاں۔ حضرت حسن نے پھر سوال کیا کہ کیا آپ کو خدا تعالیٰ سے بھی محبت ہے؟ حضرت علی نے کہا ہاں۔ حضرت حسن نے کہا تب تو آپ ایک رنگ میں شرک کے مرتکب ہوئے۔ شرک اسی کو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اسکی محبت میں کسی اور کو شریک بنالیا جائے۔ حضرت علی نے فرمایا حسن میں شرک کا مرتکب نہیں ہوں میں بیشک تجھ سے محبت کرتا ہوں لیکن جب تیری محبت خدا تعالیٰ کی محبت سے ٹکرا جائے تو میں فوراً تیری محبت کو چھوڑ دوں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کو جب کوئی بڑی مصیبت پیش آتی تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے: یَا کٓھٰیٰعٓصٓ اِغْفِرْ لِی۔ یعنی اے کاف ھاء یاء عین صاد مجھے معاف فرمادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاف سے مُراد اللہ تعالیٰ کی صفت کافی ہے ھا قائمقام صفت ہادی کا ہے اور عین قائمقام صفت عالم یا علیم کی ہے اور ص قائمقام صفت صادق کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اَے اللہ تو کافی ہے تو ہادی ہے تو علیم ہے اور تو صادق ہے۔ تیری اِن تمام صفات کا واسطہ ہے کہ مجھے بخش دے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ مفسرین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے ایک نوکر کو آواز دی مگر وہ نہ بولا آپ نے بار بار آواز دی مگر پھر بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لڑکا اتفاقاً آپ کو سامنے نظر آ گیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ مالک تجھے کیا ہوگیا کہ میں نے تجھے اتنی بار بلایا مگر تو پھر نہیں بولا۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مجھے آپ کی نرمی کا یقین تھا اور آپ کی سزا سے میں اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہوں اس لئے میں نے آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ حضرت علی کو اس لڑکے کا یہ جواب پسند آیا آپ نے اسے آزاد کردیا۔ حضور انور نے فرمایا: اب کوئی دنیا دار ہوتا تو شاید اسے سزا دیتا کہ تو میری نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن آپ نے اس کو انعام سے نوازا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحابی نے کھانے پر بلایا۔ بعض صحابہ بھی مدعو تھے جن میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ حضرت علی کی عمر نسبتاً چھوٹی تھی اس لئے بعض صحابہ کو آپ سے مذاق سوجھی وہ کھجوریں کھاتے جاتے تھے اور گٹھلیاں حضرت علی کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ پھر صحابہ نے مذاقاً حضرت علی سے کہا تم نے ساری کھجوریں کھا لی ہیں یہ دیکھو ساری گٹھلیاں تمہارے آگے پڑی ہیں۔ حضرت علی کی طبیعت میں چڑچڑاپن ہوتا تو آپ صحابہ سے لڑ پڑتے اور کہتے کہ آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں یا مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ حضرت علی سمجھ گئے کہ یہ مذاق ہے جو ان سے کیا گیا ہے اب میری یہ خوبی ہے کہ میں بھی اس کا جواب مذاق میں دوں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا آپ سب تو گٹھلیاں بھی کھا گئے ہیں لیکن میں گٹھلیاں رکھتا رہا ہوں۔ صحابہ پر یہ مذاق الٹ پڑا۔

قرآن کریم میں حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مشورہ لو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو حضرت علی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ رقم بطور صدقہ پیش کر کے عرض کیا کہ میں کچھ مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے الگ جا کر حضرت علی سے باتیں کیں۔ کسی صحابی نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی جس کے متعلق آپ نے مشورہ لیا۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ کوئی خاص بات تو مشورہ طلب نہ تھی مگر میں نے چاہا کہ قرآن کریم کے اس حکم پر عمل ہوجائے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

حضرت علی نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا یقیناً نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مجھ سے عہد تھا کہ مجھ سے صرف مؤمن محبت رکھے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔ حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ کی سی ہے جن سے یہودیوں نے اتنا بغض کیا کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھ دیا اور عیسائی لوگ آپ کی محبت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں اس قدر بڑھ گئے کہ انہوں نے آپ کو وہ مقام دے دیا جو کہ ان کا مقام نہ تھا پھر حضرت علی نے فرمایا خبردار میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہوں گے ایک وہ جو محبت میں غلو کرکے مجھے وہ مقام دیں گے جو کہ میرا مقام نہیں ہے اور دوسرے وہ لوگ جو مجھ سے بغض رکھیں گے اور میری دشمنی میں مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ حضرت علی کے پاس جب بھی فَے کا مال آتا تو آپ وہ سارے کا سارا تقسیم کردیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اَے دُنیا جا میرے علاوہ کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔ نہ تو خود لیتے اور نہ کسی گہرے دوست یا عزیز کو اس میں سے کچھ دیتے۔ آپ گورنری اور عہدہ وغیرہ صرف دیانتدار اور امین لوگوں کو دیتے۔

روای بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ ایک کوڑا تھامے ہوئے بازار میں چل رہے تھے اور لوگوں کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے سچی بات کہنے عمدگی سے خرید و فروخت کرنے اور ماپ تول اور وزن کو پورا کرنے کی تلقین فرما رہے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنا ایک رؤیا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں اور ایک گروہ خوارج کا میرے خلاف میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں اور شفقت اور تودد سے مجھے فرماتے ہیں کہ یَا عَلِی دَعْھُمْ وَاَنْصَارَھُمْ وَزِرَاعَتَھُمْ ۔ یعنی اے علی ان سے اور ان کے مددگاروں اور ان کی کھیتی سے کنارہ کر اور ان کو چھوڑ دے اور ان سے منہ پھیر لے۔

ایک دفعہ امیر معاویہ نے ضرار سودائی سے کہا کہ مجھے حضرت علی کے اوصاف بتاؤ۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین مجھے اس سے معاف فرمائیں۔ امیر معاویہ نے کہا تمہیں بتانا پڑے گا۔ ضرار نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر سنیں۔ خدا کی قسم حضرت علی بلند حوصلہ اور مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے اور عدل سے فیصلہ کرتے تھے۔ آپ علم و معرفت کا بہتا چشمہ تھے اور آپ کی بات بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ آپ دنیا اور اس کی رونقوں سے وحشت محسوس کرتے اور رات اور اس کی تنہائی سے انس رکھتے تھے۔ آپ بہت رونے والے اور بہت غور و فکر کرنے والے انسان تھے۔ آپ مختصر لباس اور نہایت سادہ کھانا پسند کرتے تھے۔ آپ ہمارے درمیان ہمارے جیسے ایک عام شخص کی طرح رہتے تھے۔ ہم سوال کرتے تو آپ جواب دیتے اور کسی واقعہ کی بابت دریافت کرتے تو اس کے بارے میں بتاتے۔ خدا کی قسم باوجودیکہ ہمارا ان سے اور ان کا ہم سے محبت اور قرب کا بڑا تعلق تھا مگر ہم ان کے رعب کی وجہ سے ان سے کم کم بات کرتے تھے۔ وہ دیندار لوگوں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو اپنے قرب میں جگہ دیتے تھے۔ کوئی طاقتور شخص یہ طمع نہیں رکھ سکتا تھا کہ وہ اپنی جھوٹی بات آپ سے منوا لے گا اور کوئی کمزور شخص آپ کے عدل و انصاف سے مایوس نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم بعض موقعوں پر میں نے دیکھا کہ جب رات ڈھل جاتی اور ستارے ماند پڑ جاتے تو آپ داڑھی پکڑ کر ایسے تڑپتے جیسے سانپ کا ڈسا ہوا شخص تڑپتا ہے اور سخت غمگین شخص کی طرح روتے اور کہتے اے دنیا جا تو میرے سوا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔ کیا تو میرے منہ لگتی ہے اور مجھے بن سنور کر دکھاتی ہے۔ تو جو چاہتی ہے وہ کبھی نہیں ہوگا کبھی نہیں ہوگا۔ میں تو تمہیں تین طلاقیں دے چکا جن کے بعد کوئی رجوع نہیں ہوتا کیونکہ تیری عمر تھوڑی ہے اور تو بے وقعت ہے۔ آہ زادِ راہ کم ہے اور سفر لمبا اور راستہ وحشت ناک ہے۔ یہ سن کر امیر معاویہ رو پڑے اور کہا اللہ ابوالحسن پر رحم کرے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ اے ضرار علی کی وفات پر تمہیں کیسا غم ہوا۔ ضرار نے کہا اس عورت کے غم جیسا جس کے بچے کو اس کی گود میں ہی ذبح کردیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ حضرت علی متلاشیان حق کی امیدگاہ اور سخیوں کا بے مثال نمونہ اور بندگان خدا کیلئے حجۃ اللہ تھے نیز اپنے زمانے کے لوگوں میں بہترین انسان اور ملکوں کو روشن کرنے کیلئے اللہ کے نور تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ شعار پاک باطن اور اُن لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمن کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اور آپ قوم کے برگزیدہ اور زمانے کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ خدائے غالب کے شیر تھے۔ خدائے مہربان کے جواں مرد سخی پاک دل تھے آپ ایسے منفرد بہادر تھے جو میدان جنگ میں اپنی جگہ نہیں چھوڑتے خواہ ان کے مقابلے میں دشمنوں کی ایک فوج ہو۔ آپ نے ساری عمر تنگدستی میں بسر کی اور نوع انسانی کے مقام زہد کی انتہا تک پہنچے۔ آپ نہایت شیریں بیان اور فصیح اللسان بھی تھے آپ کا بیان دلوں کی گہرائی میں اتر جاتا اور اس سے ذہنوں کے زنگ صاف ہوجاتے اور برہان کے نور سے اس کا چہرہ دمک جاتا۔ آپ لاچاروں کی غمخواریوں کی جانب ترغیب دلاتے اور قناعت کرنے والوں اور خستہ حالوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیتے۔ آپ کو قرآنی دقائق کے ادراک میں ایک عجیب فہم عطا کیا گیا تھا۔ میں نے عالم بیداری میں انہیں دیکھا ہے اور میں نے آپ کو خَلق میں متناسب اور خُلق میں پختہ اور متواضع منکسر المزاج تاباں اور منور پایا اور یہ کشف بیداری کے کشفوں میں سے تھا۔ مجھے حضرت علی اور حضرت حسین کے ساتھ ایک لطیف مناسبت ہے اور اس مناسبت کی حقیقت کو مشرق و مغرب کے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا اور میں حضرت علی اور آپ کے دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہوں اور جو اِن سے عداوت رکھے اس سے میں عداوت رکھتا ہوں۔ حضور انور نے فرمایا: یہاں اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ختم ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ: اِن شاء اللہ نمازوں کے بعد میں ایک نیا ٹی وی چینل لانچ کروں گا جو چوبیس گھنٹے براڈ کاسٹ ہوگا ایم.ٹی.اے گھانا کے نام سے۔ یہ گھانا میں ڈیجیٹل پلیٹ فارم پر چوبیس گھنٹے نشر ہونے والا نیا ملکی ٹی وی چینل ہوگا۔ جو سیٹیلائٹ ڈش کے بغیر ایک عام ایریئل کے ذریعہ دیکھا جاسکے گا۔ انشاء اللہ جیسا کہ میں نے کہا جمعہ کے بعد نمازوں کے بعد میں افتتاح کروں گا اس کا۔

حضور انور نے پاکستان اور الجزائر کے اسیران کیلئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ دعا کریں خاص طور پر اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ پاکستان کے عمومی حالات کیلئے بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ احمدیوں کو وہاں سکون کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے مخالفین احمدیت کو عقل اور سمجھ دے وگرنہ پھر جو بھی اللہ تعالیٰ نے ان سے سلوک کرنا ہے وہ کرے اور جلد ہم ان سے نجات پانے والے بنیں۔

......☆......☆......☆......

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad